ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمبر

امام احمد رضا خاں ماہرِ سماجی علوم

اکتوبر 2018ء، محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

جلد 19 شمارہ: 10

کفل الفقیہ الفاہم
(علم معاشیات)

المنیٰ والدرر لمن عمد منی آرڈر
(علم تجارت و بینکاری)

دوام العیش فی الائمۃ من القریش
(سیاسیات)

اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام
(بین الاقوامی امور)

الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ
(جدید و قدیم فلسفہ)

تدبیر فلاح ونجات واصلاح
(اقتصادیات)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

Raza Research Institute
www.imamahmadraza.net

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

جگر گوشہ مفسرِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام

کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ

کے لئے وزٹ کریں

www.muftiakhtarrazakhan.com

منقبت

بحضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی

حضور مفتی اعظم کی یادگار گیا

کلام: صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباں قادری

حضور مفتی اعظم کی یادگار گیا
وہ شہر علم و فضیلت کا تاجدار گیا

پڑھا کے سارے زمانے کو شرح عشق نبی (ﷺ)
امام اہل سنن، فخر روزگار گیا

رضا کے علم لدنی کا شاہکار گیا
رموز عشق حقیقی کا راز دار گیا

بنام تاج الشریعہ رسول کا نائب (ﷺ)
بنا کے دین کے گلشن کو لالہ زار گیا

بلند کر کے زمانے میں نام آل رضا
جناب حامد خوشتر کی یادگار گیا

فلک نے دیکھا نہیں آج تک منظر
کروڑوں کاندھوں پہ ہو کر سوئے مزار گیا

بنی ہے شہر مدینہ میں تربت عاشق
خدا کا شکر، قیامت کا انتظار گیا

بنائے جامعہ اسلامیہ کہیں جس کو
وہ شہر علم و فضیلت کا شہر یار گیا

دریدہ دامن گل ہے، ہر ایک پتہ اداس
یہ کون جان چمن ، نازش بہار گیا؟

بلک بلک کے یہ کہتے ہیں آج پیر و جواں
دلوں کا چین گیا، روح کا قرار گیا

رضا کے باغ کو سینچا ہے خون دل دے کر
کھلا کے لالئہ و گل، گلعزار گیا

شہید رہ رو حق، جہاں ہو، تاباں ہے
رضی اللہ عنہ، وہ باوقار گیا

وہ آج بھی ہمارے قریب ہے تاباںؔ
شہید عشق ہے، دنیا سے باختیار گیا

ISBN 978-969-9266-04-1

ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی

جلد: 19 شمارہ: 10

اکتوبر 2018ء، محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

حُسنِ ترتیب

صفحہ	نگارشات	مضامین
02	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	بریلی شریف کی 200 سالہ مسند افتاء کی تاریخ (اداریہ)
08	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ "آخری قسط"
18	سید وجاہت رسول تاباں قادری	حضور مفتی اعظم کی یادگار گیا
20	عتیق الرحمٰن رضوی	حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ردِ بدعات و منکرات
38	مفتی غلام جیلانی ازہری	حضور تاج الشریعہ داعیٔ عرب و عجم
41	مولانا محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی	حضور تاج الشریعہ اور فروغِ علم دین
44	ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی	بلبل بُستانِ مدینہ اختر رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری
48	محمد اسلم رضا میمن شیوانی تحسینی	حضور تاج الشریعہ ازہری میاں صاحب
50	غلام مصطفیٰ رضوی	کلام تاج الشریعہ میں تردید فرقِ باطلہ
55	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	ممتاز شخصیات کے پیغامات کی روشنی میں تعارف اعلیٰ حضرت "قسط سوم"
63	ادارہ	ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی تنظیم نو

ہدیہ فی شمارہ: 50 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/500 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/1000 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 00450052144503

حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ﴿ادارہ﴾

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (انٹرنیشنل)

25-جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

{اپنی بات}

بریلی شریف کی 200 سالہ مسند افتاء کی تاریخ

(مفتی رضا علی تا مفتی اختر رضا خاں)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ہندوستان کے صوبے اترپردیش میں دو شہر بریلی کے نام سے مشہور ہوئے ایک رائے بریلی جس کو مولوی سید احمد بریلوی کے نام سے مشہوری ملی، یہ مولوی سید احمد بریلوی انگریزوں کے بجائے بالاکوٹ موجودہ خیبر پختون خواہ صوبے میں مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے تھے اور ہندوستان میں وہابی عقائد کو پھیلانے میں مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔

دوسرا بریلی شہر بانس کے جنگلات کے قریب تھا اس وجہ سے یہ بانس بریلی کے نام سے مشہور رہا مگر اس کے بعد اس کو صرف بریلی کے نام سے شہرت ملی اور یہ شہرت خاندان رضا کے باعث ملی جس کے مورث اعلیٰ مولوی رضا علی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

بریلی شہر کی وجہ شہرت بیان کرتے ہوئے مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی اپنی کتاب "تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی" میں رقمطراز ہیں:

"اس مدرسہ (محلہ سوداگران) کو ایک نہایت مشہور سلسلہ خاندان سے نسبت ہے جن کے مورث اعلیٰ محمد سعید خاں، ان کے لڑکے محمد سعادت خاں، ان کے لڑکے محمد اعظم شاہ خاں ان کے لڑکے محمد کاظم علی خاں، ان کے لڑکے محمد رضا علی خاں، ان کے لڑکے نقی علی خاں ان کے لڑکے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں تھے احمد رضا کے لڑکے حامد رضا خاں، مصطفےٰ رضا خاں صاحبان بہت مشہور ہوئے۔ محمد اعظم خاں نے دہلی سے بریلی سکونت منتقل کی"۔

آگے چل کر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ شہرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولوی احمد رضا خاں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے، حنفی، سنی، فاضل اجل، کامل اکمل سید شاہ آلِ رسول کے مرید و خلیفہ نے تقریباً (75) تصنیف کیں۔ سفر حجاز میں علمائے عرب سے سندِ حدیث و فقہ اصول و تفسیر حاصل کیں۔ مسائل فقہ میں فتاویٰ رضویہ طویل لکھی، قرآن کریم کا بہترین ترجمہ کیا، ایک عمر فتاویٰ نویسی میں بسر کی۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ سے 50 برس خدمتِ دین میں گزرے۔ نامِ نامی حضرت مولانا حاجی شاہ احمد رضا خاں مجدد مائۃ حاضرہ مشہور ہوا۔ تاریخ ولادت 1272ھ المتوفی 1340ھ، مدفن، مسکن سے قریب، معتقدین کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا۔ آپ کی جماعت کا نام، جماعت رضائے مصطفےٰ، دو درسگاہیں ایک سوداگری محلہ میں دوسری مسجد بی بی صاحبہ میں"۔

(مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی، مطبوعہ مہران اکیڈمی کراچی، ناشر مکتبہ علم و فکر فیریئر مارکیٹ، کراچی، اشاعت اوّل، 1963ء، ص256)

مؤلف مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی نے انتہائی اختصار سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا علمی تعارف کرایا ہے۔ آپ نے امام احمد رضا کی صرف 75 تصانیف کا ذکر کیا ممکن ہے ان کے علم میں صرف اتنی ہی مطبوعہ کتب ہوں ورنہ بعد کے مؤرخین نے یہ تعداد کہیں زیادہ لکھی ہے۔ مؤلف نے اس خاندان اور ان کے اہم ترین کارنامے یعنی قیام دارالافتاء کا قطعاً ذکر نہیں کیا

جو حقیقتاً اصل وجہ شہرت ہے البتہ مولوی رحمان علی نے اپنی تاریخی کتاب ''تذکرۂ علمائے ہند'' میں امام احمد رضا کے دادا مولوی رضا علی خاں کے تعارف میں ان کے علم فقہ میں مہارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ آپ کو اپنے ہم عصروں میں فقہ میں بڑی مہارت حاصل تھی آپ رقمطراز ہیں:

''مولوی رضا علی خاں بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم شاہ خاں بن محمد سعادت یار خاں، بریلی (روہیل کھنڈ) کے مشہور عالم اور بہڑیچ پٹھان تھے۔ ان کے بزرگ سلاطین دہلی کے یہاں شش ہزاری وغیرہ مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔ 1224ھ / 1809ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی خلیل الرحمان مرحوم سے ٹونک میں علوم درسیہ کی تحصیل کی اور 23 سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت حاصل کرلی۔ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے خصوصاً علم فقہ میں بڑی مہارت تھی۔ ان کا وعظ تاثر میں مشہور تھا۔ 2 جمادی الاوّل 1282ھ / 1865ء میں انتقال ہوا''۔

(مولوی رحمان علی تذکرہ علمائے ہند، مترجم ڈاکٹر ایوب قادری، مطبوعہ کراچی، ص193)

مولوی رحمان علی نے مولوی رضا علی کے تعارف میں اہم ترین نشاندہی یہ فرمائی کہ آپ اگرچہ 23 سال کی عمر میں فارغ وتحصیل ہوگئے تھے مگر ہم عصروں میں ممتاز علم فقہ کی وجہ سے ہوئے تھے اور بحیثیت مفتی شہرت پائی اور یہ علم فقہ نسل در نسل اس خاندان میں پچھلے 2 سو سالوں سے جاری ہے اور ہر کوئی اپنے زمانے میں علم فقہ کا ماہر رہا۔ مولوی رحمان علی نے اس بات کی نشاندہی نہیں فرمائی کہ مولوی رضا علی خاں بریلوی نے اپنے آبائی شہر میں کوئی دارالافتاء قائم کیا تھا یا نہیں البتہ اس کا ذکر آپ کے پوتے امام احمد رضا نے کئی مواقع پر کیا جس کو راقم آگے بیان کرے گا۔

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی نے بھی اپنی تصنیف ''نزھۃ الخواطر'' کی جلد 7 میں مولوی رضا علی خاں بریلوی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''مولانا محمد رضا علی خاں نے 23 برس کی عمر میں علم منقولہ و معقولہ سے فراغت حاصل کی اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز ہوئے اور علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔''

(مولوی عبدالحیٔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، جلد7، ص179، مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں اور علوم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، جس کا اظہار اپنی تصانیف میں کرتے ہیں وہی آپ اپنے آپ کو تاریخ کا مستند مؤرخ بھی ثابت کرتے ہیں اور اپنے خاندان کی تاریخ موقع بموقع اپنے فتاویٰ یا دیگر تحریروں میں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے پچھلے صفحوں میں پڑھا کہ آپ کے جد امجد حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رضا علی خاں اپنے ہم عصروں میں علوم فقہ میں ممتاز تھے مگر کسی مؤرخ نے اس بات کی نشاندہی نہیں کی کہ آپ نے اپنے خاندان میں دارالافتاء کی بنیاد ڈالی مگر امام احمد رضا خاں نے اپنے کئی فتاویٰ اور تحریروں میں اس بات کا ذکر کیا کہ ان کے جد امجد نے اپنے خاندان میں دارالافتاء کی بنیاد رکھی تھی جس پر جد امجد کے بعد ان کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ یہ خدمت انجام دیتے رہے اور اس کے بعد خود امام احمد رضا مسلسل 55 برس اس خدمت کو جاری رکھ سکے۔ امام احمد رضا کی جب عمر 48 برس کی تھی آپ نے ایک بند کمیشن (1903ء / 1320ھ) میں ایک جج کو جواب دیتے ہوئے اپنے خاندان کے علوم دین کی خدمت کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''میں آباءواجداد سے علوم دین کا خادم ہوں۔ 74 سال سے میرے یہاں سے فتویٰ جاری ہے۔ تمام ہندوستان اور کشمیر اور برما سے مسائل کے سوالات آتے ہیں۔ ابھی ملک چین سے 14 مسئلے دریافت کئے ہیں چنانچہ لفافۂ مرسلہ چین داخل کرتا ہوں''

(اظہار الحق الجلی (1320ھ) از امام احمد رضا، سوال نمبر2، ص8، مطبوعہ، لاہور)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جواب میں واضح طور پر بتایا کہ میرے خاندان سے فتویٰ جاری ہوئے 74 سال ہوگئے اور آپ نے یہ بات اپنی عمر کے 48ویں سال میں بتائی اور وہ ہجری کا سال 1320ھ تھا اس اعتبار سے آپ کے جد امجد نے جب اپنے خاندان میں "دارالافتاء" کی بنیاد ڈالی ہوگی تو وہ زمانہ "1246ھ" بنتا ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے 1340ھ میں اپنے وصال سے قبل وصیت فرمائی جس میں آپ نے بتایا کہ ان کے گھر یا خاندان سے فتویٰ جاری ہوئے 90 برس سے زائد ہو چکے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے 90 برس سے زائد ہوگئے ہیں۔ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہٗ العزیز کو چھوڑا، میں نے 14 برس کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔"

(امام احمد رضا کا وصایا شریف، مرتبہ مولانا حسنین رضا خاں، مطبوعہ مرید کے پنجاب)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے 1340ھ میں بتایا کہ اس گھر سے فتاویٰ جاری ہوئے 90 برس سے زائد وقت ہو چکا ہے۔ 1340ھ میں جب یہ ارشاد فرمایا تو اس اعتبار سے 1250ھ سال بنتا ہے مگر فرمایا کہ 90 برس سے زیادہ تو اس طرح دار الافتاء کی ابتدأ اس خاندان میں 1246ء سے 1250ء کے درمیان محسوس ہوتی ہے اور پچھلے حوالے میں آپ نے 1320ھ میں فرمایا تھا کہ اس گھر سے فتوے نکلتے 74 سال ہو چکے ہیں اس کو اگر درست مان لیا جائے تو پھر بریلی شریف کے اس خاندان رضا نے 1246ھ میں فتاویٰ نویسی کی ابتداء فرمائی ہے اور اس اعتبار سے اس خاندان سے 195 برس سے فتویٰ نویسی جاری ہے۔

امام احمد رضا اپنے قلم سے فتوٰی جاری کرنے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"بحمد اللہ تعالیٰ! فقیر نے 14 شعبان 1286ھ کو 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اگر سات دن اور زندگی بالخیر رہے تو اس شعبان 1336ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو جائیں گے اس نعمت کا شکریہ فقیر کیا ادا کر سکتا ہے"۔

(مکتوب بنام مولانا ظفرالدین بہاری، محررہ 7 شعبان، 1336ھ / 1918ء، بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اوّل، ص280، مطبوعہ انڈیا)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد نے خاندان بریلی میں مسند افتاء کی بنیاد 1246ھ تا 1250ھ کے درمیان رکھی، مولانا مفتی محمد رضا علی خاں کی ولادت 1224ھ / 1809ء ہے اور وصال 1282ھ / 1866ء اس اعتبار سے اگر مسند افتاء کا سال 1246ء مان لیا جائے تو امام احمد رضا کے جد امجد نے لگ بھگ 36 سال خود فتاویٰ نویسی فرمائی اس کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا مفتی نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی نے 1297ھ تک یہ خدمت جاری رکھی مگر امام احمد رضا نے اپنے والد کی حیات ہی میں یہ خدمت اپنے ذمے لے لی اور 1286ھ تا 1340ء تا حیات یہ خدمت انجام دیتے رہے اور مسلسل 55 سال کی اس خدمت کے باعث 12 کبیر اور ضخیم جلدیں فتاوی رضویہ کے نام سے ترتیب پا گئیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں آپ کے سب سے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد رضا خاں بریلوی (م1339ھ) بھی فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ آپ وراثت کے مسائل کے ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔ امام احمد رضا کی حیات ہی میں آپ کے دونوں صاحبزادگان مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں (المتوفیٰ 1362ھ / 1943ء) اور حضرت مولانا مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہما الرحمۃ (المتوفیٰ 1402ھ / 1981ء) اپنی اپنی حیات تک خاندان کی علمی وراثت کی خدمت افتاء انجام دیتے رہے۔ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا

خاں نے طویل عمر پائی جن کی پیدائش 1310ھ / 1893ء ہے اور وصال 1402ھ / 1981ء ہے۔ ایک مستند روایت کے مطابق جس کو مولانا شہاب الدین رضوی نے اپنی کتاب ''مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء'' کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے کہ مفتی اعظم نے فتویٰ نویسی کا آغاز 1328ھ /1910ء میں امام احمد رضا کے سامنے ہی کر دیا تھا اور امام احمد رضا نے آپ کو پہلا فتویٰ لکھنے پر آپ کو مفتی کی مہر بنوا کر عطا کر دی تھی۔ چنانچہ لگ بھگ 75 سال ہجری اعتبار سے آپ فتاویٰ لکھتے رہے اور آپ کے فتاویٰ بھی فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے اب تک 4 جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ کئی اور جلدیں مستقبل میں شائع ہو جائیں گی۔

امام احمد رضا کے بعد مفتی حامد رضا کو زیادہ وقت نہ ملا اور بمشکل آپ 32 سال مزید حیات رہے اس دوران آپ سجادہ نشین اور دارالعلوم منظر سلام کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کے بھی مفتی اعظم تھے مگر افسوس کہ آپ کے فتاویٰ محفوظ نہ کئے جا سکے اور چند فتاویٰ مختلف جرائد میں البتہ شائع شدہ مل جاتے ہیں لیکن اس میں دو رائے نہیں کہ فتاویٰ نویسی میں آپ اپنے والد گرامی کے پرتو تھے اسی طرح حضرت علامہ مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی بھی امام احمد رضا کے فتاویٰ نویسی کے آئینہ تھے۔

امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے سے مولانا مفتی ابراہیم رضا خاں 1325ھ میں پیدا ہوئے اور چھوٹے صاحبزادے مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں کے گھر بڑی صاحبزادی پیدا ہوئیں ان دونوں کا نکاح 1347ھ میں منعقد ہوا اور 26 محرم الحرام 1362ھ / 2 فروری 1943ء میں حضرت علامہ مولانا محمد اسمٰعیل رضا المعروف مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی پیدا ہوئے اس اعتبار سے مولانا حامد رضا آپ کے جد امجد دادا ہوئے اور مفتی اعظم ہند آپ کے سگے نانا ہوئے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی حامد رضا کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند سلسلہ قادریہ، رضویہ کے جانشین ہوئے اور 1981ء تک آپ حیات رہے۔ حضرت مفتی اختر رضا خاں بچپن ہی میں مفتی اعظم سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہو گئے تھے اور ایک محفل میلاد میں حضرت مفتی اعظم نے 15 جنوری 1962ء / 1381ھ میں آپ کو خلافت و اجازت عطا فرمائی مفتی اعظم کا چونکہ کوئی بیٹا نہ تھا اور مفتی اختر رضا بڑے داماد تھے اور علمی اعتبار سے بھی بہت مضبوط تو آپ کو اپنا جانشین بھی بنا دیا تھا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ جانشین مفتی اعظم کے لقب سے مشہور ہوئے۔

مولانا مفتی اختر رضا خاں علیہ الرحمہ نے دارالعلوم منظر اسلام سے تعلیم حاصل کی اسلامیہ کالج بریلی سے B.A کیا اور مصر جا کر جامعہ ازھر سے اصول دین میں سند حاصل کی اور 1967ء میں بریلی شریف واپس آکر درس و تدریس کا آغاز کیا اور 1967ء سے فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا اور مفتی اعظم ہند نے جلد ہی بریلی کی دارالافتاء کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی چنانچہ مفتی اختر رضا خاں خود ہی اپنی فتویٰ نویسی کی ابتداء کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں:

''میں بچپن ہی سے حضرت مفتی اعظم سے داخل سلسلہ ہو گیا ہوں، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد 1967ء میں، میں نے اپنی دلچسپی کی بناء پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہیں ہوتا''۔

(ماہنامہ استقامت، کانپور، (مفتی اعظم نمبر) ص151، مطبوعہ 1403ھ / 1983ء)

حضرت مفتی اعظم ہند کے وصال 1402ھ / 1981ء کے بعد آپ سلسلہ نوریہ رضویہ کے جانشین رہے اور ساتھ ہی مفتی اعظم کے مسند افتاء کے بھی جانشین رہے اور آپ نے اپنے وصال تک یہ خدمت افتاء جاری رکھی اس اعتبار سے آپ نے 1967ء تا 2018ء کل 50 سال فتویٰ نویسی فرمائی اور مفتی اعظم ہند کے جانشین کے اعتبار سے آپ نے 37 سال سلسلہ فتویٰ نویسی فرماتے ہوئے ہزاروں فتاویٰ جاری کئے جس کی اب تک 4 جلدیں شائع بھی ہوچکی ہیں اور مزید جلدیں شائع کی جارہی ہیں فتاویٰ نویسی میں مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری علیہ الرحمہ کے بعد جو اہم ترین خدمت مفتی اختر رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہ آئی اور فتاویٰ نویسی کا سلسلہ جو مفتی رضا علی خاں سے اس خاندان میں 1246ھ سے شروع ہوا تھا۔ امام احمد رضا کے زمانے میں اس نے عروج پایا، امام احمد رضا کا فتاویٰ 12 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جن کو ترتیب نو، تخریج اور فارسی، عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ 30 جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد مفتی اعظم ہند کا ''فتاویٰ مصطفویہ'' ہے جو اب تک 4 ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکا ہے اور دورِ حاضر میں خانوادۂ رضا کے ایک اور روشن چراغ شریعت کے تاج حضرت علامہ مولانا تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی الازہری کا مجموعہ فتاویٰ ہے جو 50 سال پر محیط ہے اس کی اشاعت 2014ء میں شروع ہوئی اس کی پہلی جلد ''فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے عنوان سے بریلی شریف کے مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا سے شائع ہوئی اور اب تک 4 جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ آپ نے اپنے فتاویٰ کا نام:

''المواھب الرضویۃ فی الفتاویٰ الازھریۃ''

تجویز کیا تھا جس کو فتاویٰ تاج الشریعہ کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ کئی اور جلدیں شائع کی جائیںگی۔ آپ کے فتاویٰ پر مفتی مطیع الرحمان تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ممدوح گرامی حضرت تاج الشریعہ غالباً ہندوستان کے تنہا ایسے مفتی ہیں جو سہ (3) لسانی جوابات راقم فرماتے ہیں آپ کے فتاویٰ، اردو، عربی اور انگلش میں موجود ہیں''۔

(فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص16، مطبوعہ بریلی، 2014ء)

راقم مولانا مفتی مطیع الرحمان کی بات میں اتنا اضافہ کرنا چاہے گا کہ اس میں شک نہیں کہ مفتی اختر رضا خان نے 3 زبانوں میں فتوے لکھے مگر اس سے قبل آپ کے جد امجد حضرت امام احمد رضا خاں اوّل مفتی ہند ہیں جنہوں نے 3 زبانوں میں فتوے لکھے یہ فتاویٰ اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں لکھے گئے اس کے علاوہ امام احمد رضا خاں کے فتاویٰ میں یہ انفرادیت بھی کہ تین زبانوں کے ساتھ ساتھ 5 طریقوں سے فتاویٰ لکھے یعنی اردو منثور اور اردو منظوم، فارسی منثور اور فارسی منظوم اور عربی منثور یہ اعزاز صرف اور صرف امام احمد رضا کو ملا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے امام احمد رضا کے چند انگریزی فتاوٰی کا ذکر کیا تھا اگر ان کی تحقیق کو درست مان لیا جائے تو امام احمد رضا 4 زبانوں میں فتاوٰی دینے والے واحد مفتی قرار پائیں گے۔

اس میں اب کوئی کلام نہیں کہ خاندانِ رضا پچھلے دو صدیوں سے فتاوٰی نویسی کی خدمت انجام دے رہا ہے اور حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستند مفتی کے بعد اب کون خاندانِ رضا سے اس خدمت کو لے کر آگے جائے گا یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ مگر مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی میں یہ جذبۂ خدمت اور علم فقہ ضرور عطا فرمائے گا اور جو کام حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں 6 ذیقعدہ 1439ھ / 20 جولائی 2018ء کو اپنے وصال پر چھوڑ گئے ان کی اولاد یا اور کوئی خاندان کا فرد اس کام کو آگے بڑھائے گا۔ اور یہ کام انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت جاری رہے گا کہ حق گوئی کا علم ابھی اٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت کو سلامتی نصیب فرمائے۔

اب ملاحظہ کریں حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کی لکھی ہوئی منقبت کے چند اشعار:

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں
الازہری قادری رضوی برکاتی مدظلہ العالی

صورتِ حامد رضا(۱) میں سیرت احمد رضا
آئینہ در آئینہ ہیں حضرتِ اختر رضا
مفتی اعظم کا تقویٰ، حجّتِ حامد رضا
مجمع البحرین دیکھی سیرتِ اختر رضا
مصطفیٰ ﷺ کے عشق سے سرشار بیشک وہ ہوا
مل گئی اک بار جس کو قربتِ اختر رضا
علم کا دریا رواں اور عشق بحرِ ناکنار
ہے وہ عالی بارگاہِ حضرتِ اختر رضا
عالمِ بینا ہوا وہ، عارفِ باللہ بنا
یک نَفَس پائی ہے جس نے صحبتِ اختر رضا
چار صدیوں سے سجی ہے مسندِ افتاء جہاں
زینتِ سجادہ واں ہیں حضرتِ اختر رضا
(۲)قائلِ "کلّ بلادٍ تحت حکمی" کے طفیل
تا فلک تک ہے عروجِ شہرتِ اختر رضا
(۳)منظرِ اسلام تابہ قاہرہ ازھر شریف
علم کا ایواں بنامِ نُدرتِ اختر رضا
زیبِ سرتاجِ شریعت، تن پہ تقوی کا لباس
جامعِ شرع وطریقت حضرتِ اختر رضا
آج تاباںؔ اوج پر بزمِ رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیض کمالِ نسبتِ اختر رضا(۴)

قارئین کرام: اپنے اسلاف کو یاد رکھنے کا یہ ہی طریقہ ہے کہ اپنے اسلاف کو عملی طور پر اور قلمی طور پر یاد رکھا جائے۔ عملی طور پر یاد رکھنے کے لیے اور دوسروں کو ان کی خدمت پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی تعلیمات پر خود عمل کیا جائے تاکہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ جب ان کے شاگرد، مرید یا خلیفہ کا یہ عمل ہے تو خود استاد کتنا باعمل ہوگا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قلمی خدمات سے عوام الناس کو روشناس کرایا جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ ان کی تصانیف زیادہ سے زیادہ شائع کی جائیں اور اس شخصیت پر زیادہ سے زیادہ اہلِ قلم کی رائے معلوم کی جائیں چنانچہ ادارے نے بھی حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت اور ان کی خدمات کو متعارف کرانے کے لیے اکتوبر کا شمارہ ان کے نام سے منسوب کیا ہے اور اس رسالے میں چند اہم اہلِ قلم کے تاثرات اور مضامین شائع کیے ہیں۔

حواشی منقبت:

(۱)۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اپنے جدِّ کریم حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا علیہ الرحمۃ سے صورت میں بہت مشابہ ہیں۔

(۲)۔ قصیدہ غوثیہ شریف کے اس شعر سے اقتباس ہے:

بلادُ اللهِ مُلکِی تَحتَ حُکمِی وَوَقتِی قَبلَ قَلبِی قَد صَفَالِی

اور قائل سے مراد غوثِ اعظم کی ذات مبارک

(۳)۔ منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ میں جامعہ ازہر شریف سے فارغ التحصیل ہوئے۔

(۴)۔ اختر رضا خاں صاحب اس منصب افتاء پر دسویں مفتی جلوہ افروز ہیں ریحان رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ان سے قبل مفتی مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، حجت الاسلام مفتی حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کاظم علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم خاں رحمۃ اللہ علیہ۔

الدولۃ المکیہ بِالمَادَۃِ الغَیْبِیَّہ

آخری قسط

از: اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا حصّہ

الحمد للہ حق ظاہر ہوا اور صواب چمک اٹھا اور آفتاب ہدایت پر کوئی پردہ نہ رہا۔ یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن بہت لوگ شکر نہیں کرتے اور جو اس حقیر ترین بندگان کے کلام میں ایسے شخص کی طرح نظر کرے جو بات میں غور کرے اور فائدہ لینا چاہے یا قلبِ حاضر کے ساتھ کان لگائے حملہ آور ہٹ دھرم کے ہر سوال کا صحیح جواب اس پر ظاہر ہو جائے گا مگر تصریح زیادہ نافع اور بیان کے زیادہ لائق ہے تو چاہیے کہ ہم ہر سوال پر جدا جدا کلام کریں اور اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔

پہلا سوال:

اس عبارت سے جو فاضل ابوالذکا سلامت اللہ سلمہ اللہ کے رسالہ اعلام الاذکیا مطبوعۂ ہند آخر میں واقع ہوئی اور اللہ درود بھیجے ان پر جو اول و آخر ظاہر و باطن ہیں اور وہ ہر شے کے جاننے والے ہیں **اقول** جواب اول یہ رسالہ مصنف حفظ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس تقریظ کے لیے بھیجا تھا اور میں نے اس کی تقریظ میں لکھا اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے:

"[1]زید کا قولِ حق و صحیح اور بکر کا زعم مردود و صبیح ہے، بے شک اللہ تعالیٰ عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا ملکوت السمٰوات والارض کا شاہد بنایا روزِ اول سے روزِ آخر تک کا سب ماکان ومایکون انہیں بتایا جیسا کہ مفصل بیان کے اس کے دلائل کافی تفصیل سے بقدر حاجت مولانا فاضل کامل مجیب نے (سلمہا المولیٰ القریب المجیب) اگر کچھ نہ ہو تو قرآن عظیم شاہد عدل اور حکم فصل ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "اُتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے"۔

اس دلیل کے آخر تک جو میں نے اس مدعائے جلیل پر تحریر و تقریر کی اور ہر ایک جو عامی پنے سے گھٹنے چل کر آگے نکل گیا ہے پہچانے گا کہ میں نے اپنی اس تقریظ میں صرف اتنی بات کا ذمہ لیا ہے کہ جو دلیلیں فاضل مجیب نے ذکر کیں، بقدر حاجت کفایت کرتی ہیں اور اس میں رسالہ کے لفظ لفظ پر نظر نہیں بلکہ جس طرح دعویٰ کی صورت اس میں مذکور ہوئی وہ بھی ملحوظ نہیں اس لیے کہ میں نے صورت دعویٰ اپنی عبارت میں علیحٰدہ ذکر کی ہے اور جس نے علم کی خدمت کی یا عقل وتمیز کے ساتھ علماء کی صحبت میں بیٹھا تو وہ تقریظ اور تصحیح کرنے والوں کے الفاظ میں تمیز کر لیتا ہے کہ تقریظ والے اگر یوں کہیں کہ ہم نے یہ رسالہ یا فتویٰ اول سے آخر تک غور وتامل کے ساتھ دیکھا جیسا کہ گنگوہی نے براہین قاطعہ کی تقریظ میں لکھا تو انہوں نے اس رسالہ یا فتویٰ میں جو کچھ ہے اس سب کی صحت کا ذمہ لیا اور اس وقت درست ہے کہ اس میں جو کچھ معانی اور عبارات ہیں وہ سب ان تقریظ کرنے والوں کی طرف نسبت کئے جائیں اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اسے جابجا سے دیکھا اور نافع پایا تو صرف اس کی تحسین کی جس مادہ میں کتاب لکھی گئی، رہے بیان کے طریقے اور دلیل کی روانی اور الفاظ و عبارت ان کے حال سے سکوت ہے نہ انکار ہے نہ اقرار اور اسی طرح فتویٰ کی تصحیح میں مصحح کا کہنا کہ حکم صحیح ہے بلکہ کبھی ایک پوشیدہ نظر سے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ دلیل یا الفاظ میں کچھ ناپسند ہیں جب تو صرف حکم کو صحیح بتایا اور اگر لفظ نفس زیادہ کر دیا (کہ لفظ نفس صحیح ہے) تو یہ نقص پر زیادہ دلیل ہو گا۔ اور اگر مصححین اپنے لفظوں میں دعوی کا اعادہ کریں اور

---

[1] ۔ اعلام الاذکیا نہ میسر ہونے کے سبب حوالہ عربی کا یہ اردو ترجمہ ہے۔

کہیں کہ مجیب نے اس کے دلائل کی تفصیل کی تو ان کے کلام سے دلائل ہی کی تسلیم سمجھی جائے گی اور ممکن ہے کہ انہوں نے نفس دعویٰ میں کسی لفظ کا بدلنا یا بڑھانا یا کسی حرف کا گھٹا ناپسند کیا۔ اسی وجہ سے اسے اپنی عبارت میں ذکر کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے دعویٰ کا اعادہ زیادہ تو ضیح و تاکید تصریح کے لیے کیا ہو تو مصححین پر کچھ حکم نہ لگایا جائے گا کہ انہوں نے اصل کا دعویٰ بر قرار رکھا یا اس پر کچھ اعتراض کیا۔

اور جب نفس دعوی میں یہ بات ہے تو تیرا ان خارج وزائد لفظوں پر کیا گمان ہے۔ جنھیں دلیل سے نہ تعلق ہے نہ دعویٰ سے یہ وہ ہے جو عالمانہ طریقہ کا مقتضی ہے اور اس تقریر سے تجھے ظاہر ہو گیا کہ میں نے تقریظ لکھتے وقت زائد باتوں کی طرف خاص توجہ نہ کی اور اس وقت مجھے یاد نہیں آتا کہ جب ان کے اصل مسودہ میں کیا لفظ تھا، مگر اس رسالہ کا جو عربی ترجمہ مؤلف نے کیا اور وہ اسی معروف خط کا لکھا ہوا ہے جس میں ان کے رسائل و مسائل جو ہمارے پاس تصدیق و تحقیق کے لیے آتے ہیں لکھے ہوتے ہیں اس میں لفظ یوں ہے کہ درود بھیجے وہ جو اول وآخر وظاہر وباطن اور ہر چیز کا دانا ہے ان پر جو اس آیت کے مظہر ہیں، وہی اول وآخر ظاہر وباطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے۔ اس میں کسی وہم والے کے وہم کی گنجائش نہیں اور کچھ تعجب نہیں ہے کہ مطبع کے کاتب سے مظہر کا لفظ من ہو سے بدل گیا ہو کہ اسی کاتب نے میری تقریظ میں محمد کہ جگہ مجمعون لکھا دیکھو ص۲۹، کا آخر جو غلطی سے ۲۶ چھپا تو اگر بات ایسی ہی ہے جب تو بہتر بہت خوب اور اگر ہم فرض کرلیں کہ اصل عبارت اسی حرج ہے جیسی چھپی تو میں مجیب کو پہچانتا ہوں کہ وہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہیں اور بد مذہبوں، معاندوں کو بہت زخم رساں ہیں اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام تاحد قدرت بہتر سے بہتر معنی وتوجیہہ پر حمل کرے اس سے محروم نہ ہو گا مگر وہ جو سلامتِ قلب سے محروم رہا جیسا کہ ائمہ خیار نے اس پر نص فرمایا پس، **جواب دوم** یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من کو بسکون نون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اسے مَنّ بہ تشدید وکسر نون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے یعنی اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیجے جو اس آیہ کریمہ کی نعمت ہیں اور وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (اس آیت کی تفسیر میں) فرمایا کہ نعمت الٰہی سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی نعمت قرآن کی منت ہیں اور خاص اس آیت کا ذکر مناسبت مقام کی سبب کیا اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفرینش میں تمام جہاں سے اوّل ہیں تو تمام مخلوقات الٰہی کو حضور نے دیکھا کہ حضور ان سب سے پہلے موجود ہوئے اور تمام پیغمبروں سے بعثت میں آخر ہیں تو تمام انبیاء پر جتنے علم اترے وہ سب حضور نے جمع فرمالیے اور حضور اپنے معجزوں سے ظاہر ہیں، ان میں سے حضور کا غیب کی خبریں دینا ہے اور حضور اپنی ذات سے باطن ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی قدیم صفات کی مظہر تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا اور ہو گا اپنے رب کے بتانے سے اس سب کو جانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضور پر ان پانچوں ناموں کی تجلی سے منت فرمائی اور ہم پر حضور کے بھیجنے سے احسان فرمایا تو حضور اس آیہ عظمیٰ کی منت ہوئے، **جواب سوم** کوئی شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ موسوم ہوئے ان میں سے ہمارے سردار حضرت والد قدس سرہٗ الماجد نے اپنی کتاب مستطاب سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں سڑسٹھ (۶۷) نام شمار فرمائے اور فقیر نے اپنی کتاب العروس الاسماء الحسنیٰ من الاسماء الحسنیٰ میں ایک معقول تعداد ان پر زائد کی اور جن محدثوں نے انہیں روایت کیا اور جہاں جہاں سے وہ نام لیے گئے ان سب کا ذکر کیا اور معلوم کہ اول وآخر ظاہر وباطن بھی انہیں ناموں میں سے ہیں۔ جو ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے، مواہب اور اس کی شرح علامہ زرقانی کی دیکھو اور مجموعہ ان چاروں ناموں میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک

نفیس [1] حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور انہوں نے آکر حضور کے یہ چاروں نام لیے اور ہر ایک کی وجہ بیان کی تو من کو موصولہ ہی ٹھہراؤ اور اس کا صلہ والباطن تک تمام ہو گیا۔ رہا یہ قول کہ وہ ہر چیز کا دانا ہے ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس جملہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور حضور کے لیے نہیں ہو سکتا اگر پہلی شق پتے ہو تو یہ بد کنا کیسا اور اگر دوسری شق مانتے ہو (وہ) کی ضمیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کیوں ٹھہراتے ہو اللہ عزوجل کے لیے کیوں نہیں قرار دیتے کہ اسی کلام میں اللہ عزوجل کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ درود بھیجے ان پر جو اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا دانا ہے اس جملہ پر اسے ختم کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد کو کہ وہ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اپنے اس قول سے ختم فرمایا کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اب اگر تم یہ کہو کہ اس میں انتشار ضمائر ہو گا میں کہوں گا ہر گز نہیں بلکہ سات کہ پچھلا جملہ حضور کے لائق نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو روشن تر قرینہ ہے کہ یہ ضمیر حضور کے لیے نہیں کیا اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنتے کہ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا، حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا کہ اے لوگو تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور تعظیم کرو رسول کی اور توقیر کرو رسول کی اور تسبیح کرو اللہ کی صبح و شام تو تعظیم اور توقیر کی ضمیریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہیں اور تسبحوہ کی ضمیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ہے اسی واسطے قاریوں نے تُو قروہ پر وقف کیا اور انتشار ضمائر لازم نہ آیا۔ اس لیے کہ پاکی ہے اسے کہ تسبیح سوا اس کے دوسرے کو لائق نہیں تو اس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نہ ہو سکنا روشن تر قرینہ ہوا کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کیا ہوا حکم لگاتے ہو۔ **جواب چہارم** ہم نے مانا کہ مصنف نے اپنی نیت میں کل ضمیریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیریں حالانکہ تم کو کسی کے دل پر حکم لگانے کا اختیار نہیں تو اب ہمیں بتاؤ کیونکر اس کے سبب مصنف پر اسلام یا دائرہ اہل سنت سے نکلنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علیم ہونے سے کسی مسلمان بلکہ کسی ایسے کافر کو بھی انکار نہیں ہو سکتا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال سے واقفیت حاصل کی اب رہا کل کا لفظ اقوال اس کے متعدد مواقع ہیں اور وہ سب قرآن عظیم میں آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کل شئ کا عالم ہے اور یہ واجب ممکن و محال غرض جملہ مفہومات کو شامل ہے اور یہ وہ عام ہے جو خاص کیا گیا اصولیوں کے اس قول سے کہ کوئی عام ایسا نہیں جس میں کچھ نہ کچھ کوئی تخصیص نہ کی گئی ہو اور فرماتا ہے بے شک اللہ کل شے پر قادر ہے یہ ممکنات کو شامل ہے موجود ہوں خواہ معدوم واجب اور محال کی طرف اس کو کوئی راہ نہیں

---

[1] ۔ قال العلامۃ القاری الخ علامہ قاری نے شرح شفا میں فرمایا کہ تلمسانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبرئیل اترے مجھ پر سلام کیا تو اپنے سلام میں کہا سلام تم پر اے اول سلام تم پر اے آخر سلام تم پر اے ظاہر سلام تم پر اے باطن تو میں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ صفت یقیناً خالق ہی کی ہے تو انھوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ مجھے حکم فرمایا کہ میں تم پر ان صفات کے ساتھ سلام کروں کہ اس نے تمہیں ان صفتوں سے فضل عطا فرمایا اور تمام انبیاء و مرسلین سے ان صفات کے ساتھ تمہیں خاص کیا اور تمہارے لیے اپنے نام سے نام اپنے صفات سے صفت نکالی اور تمہارا اول نام رکھا، کیونکہ تم اول الانبیاء ہو پیدائش کے اعتبار سے اور آخر نام کیونکہ تم زمانہ میں انبیاء سے پیچھے اور پچھلی امت کے پچھلے نبی ہو اور تمہارا نام باطن رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ سرخ نور سے ساق عرش پر لکھا قبل اس کے کہ تمہارے باپ آدم کو پیدا کرے دو ہزار برس پہلے تا بے نہایت وبغایت مجھے تم پر درود کا حکم دیا۔ تو میں نے تم پر درود بھیجا۔ ہزار برس بعد ہزار برس کے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مبعوث کیا خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا چراغ اور تمہارا نام ظاہر رکھا، کیونکہ تمہیں غالب فرمایا تمہارے اس زمانہ میں ہر دین پر اور تمہاری شریعت کی تعریف کی اور اہل سموات والارض پر تمہیں تفصیل دی تو ان میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ وہ تم پر درود پڑھتا ہے اللہ آپ پر درود بھیجے کہ آپ کا رب محمود ہے اور آپ حمد اور آپ کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور آپ اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضلیت دی حتیٰ کہ میرے اسم و صفت میں اور درۃ الغواص میں اور جواہر و درر میں کہ یہ دونوں سیدی عبد الوہاب شعرانی کی ہیں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہما سے شان نبی کریم الصلوٰۃ والتسلیم میں ہے راز ان کا جامع اور مظہر ان کا لامع ہے تو وہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔ اھ، منہ غفرلہ مدینہ۔

جیسا کہ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ) میں نے اس کی تحقیق بیان کی اس لیے کہ اگر واجب پر قادر ہو تو خدا نہ رہے گا جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر محال پر قادر ہو تو منجملہ محال اس کا فنا ہونا بھی ہے تو اس پر بھی قادر ہو گا تو اس کی فنا ممکن ہو گی تو اس کا وجود واجب نہ ہو گا تو خدا نہ رہے گا اور فرماتا ہے بے شک اللہ کل شئ کو دیکھ رہا ہے تو یہ جملہ موجودات کو شامل ہے جن میں ذات وصفات الٰہی اور ممکنات داخل ہیں نہ محالات ومعدومات اس لیے کہ معدوم دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں جیسے کہ کتب عقائد میں ہمارے علماء نے اس کی تصریح کی از انجملہ سیدی عبد الغنی نابلسی نے مطالب وفیہ میں اقول کیا نہیں دیکھتا جسے ایسی چیز نظر آئے جو واقع میں موجود نہیں جیسے شعلہ جوالہ میں دائرہ اور مینہ کی اترتی بوند سے خط اور سر کے گھومنے سے گھر کا گھومنا، اسے یہ کہا جائے گا کہ اس کی نظر نے خطا کی اور یہ جو چیزیں دکھائی دیں نگاہ کی غلطی سمجھی جائے گی اور اللہ تعالیٰ خطا اور غلط سے پاک ہے اور فرماتا ہے اللہ کل شے کا خالق ہے تو یہ صرف اس ممکن کو شامل ہو گا جس کے لیے کسی زمانہ میں وجود ہو نہ واجب اور محال کو اور نہ اس ممکن کو جو کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ابد الآباد تک کبھی ہو اور فرماتا ہے ہر چیز ہم نے شمار کر دی ہے ایک روشن پیشوا میں تو یہ صرف انھیں حادث چیزوں کو شامل رہے جو روزِ ازل سے روزِ آخر تک ہوئیں اور ہوں گی نہ غیر متناہی کو کہ متناہی کا اسے گھیر نا محال ہے جیسا کہ گذرا تو اب دیکھئے کہ پانچوں جگہ لفظ تو ایک ہی ہے اور ہر جگہ اس سے عموم ہی مراد ہے۔ مگر ہر بات نے اتنی ہی چیزوں کا احاطہ کیا جو اس کے دائرہ میں ہیں نہ اسے جو اس سے باہر ہے اور اس کی قابلیت نہیں رکھتا اور اس میں کسی عاقل کو شک نہ ہو گا چہ جائے فاضل اور بے شک ہم عرش تحقیق ثابت کر آئے کہ قرآن عظیم اور صحاح احادیث نبی کریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم ناطق ہیں کہ روز اول سے روزِ آخر تک کے جمیع ماکان ومایکون یعنی جملہ مکتوبات لوح محفوظ کا علم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور علمانے تصریح فرمائی ازاں جملہ مدقق علاؤ الدین نے در مختار میں کہ جو نام خالق ومخلوق میں مشترک ہیں مخلوق پر ان کا بولنا جائز ہے اور مخلوق کے لیے ان کے معنی اور لیے جائیں گے ان کے غیر جو اللہ کے واسطے مراد ہوں تو یہ قول کہ وہ کل شی کا عالم ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کیا جائے تو اس سے پہلے معنی مراد ہوں گے اور جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا جائے تو اس سے پانچوں معنی لیے جائیں گے تو نہ کوئی قباحت نہ کوئی ممانعت، **جواب پنجم** ہمارے سردار شیخ محقق عبد الحق محدث بخاری دہلوی قدس سرہ المعنوی جو اجلہ علما اور اکابر اولیاء سے ہیں ان کی شہرت سے کان اور مکان بھرے ہوئے ہیں اور ان کی خوشبو کی مہک سے شہر اور میدان مہک اٹھے اور ضرور ہے کہ ہمارے سردار علماء مکّہ بھی ان کی جلالت شان اور رفعت مکان سے آگاہ ہیں شیخ قدس سرہٗ کے لیے تصنیفیں ہیں جن کی وقعت عظیم اور دین وشرع میں نفع کثیر ان میں سے لمعات التنقیح مشکوۃ المصابح اور اشعتہ اللمعات چار جلدوں میں اور جذب القلوب اور شرح سفر السعادۃ دو جلدوں میں اور فتح المنان فی تائید مذہب النعمان اور شرح فتوح الغیب اور احوال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدارج النبوۃ دو جلد لطیف میں اور اخبار الاخیار اور آداب الصالحین اور ایک مختصر متن اصول حدیث میں اور ان کے سوا شیخ قدس سرہٗ کی وفات کو تین سو برس گذرے ان کا مزار دہلی میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے تو ان امام جلیل القدر جلی الفخر نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ کا خطبہ اسی[1] آیت

---

[1] ۔ وازیدک اخریٰ الخ اور تمہارے لیے دوسری زیادہ کروں جو لذیذ اور شیریں تر ہے۔ فرمایا شیخ سیدنا اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دسویں باب فتوحات مکیّہ جلد ایک ص ۱۷۷ میں پہلا نائب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ان کا خلیفہ آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر پیدائش ہوئی اور نسل کا اتصال ہوتا رہا اور ہر زمانہ میں خلفا متعین ہوتے رہے تا آنکہ زمانۂ پیدائش جسم طاہر محمدی پہنچا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ چمکتے آفتاب کی طرح ظاہر ہوئے کہ مندرج ہوا ہر نور ان کے چمکتے نور میں اور پوشیدہ ہو گیا ہر حکم ان کے حکم میں اور کھنچ آئیں سب شریعتیں ان کی جانب اور ان کی سرداری کہ چھپی ہوئی تھی ظاہر ہو گئی تو وہی اول وآخر ظاہر وباطن اور وہی ہر چیز کے جاننے والے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جامع کلمے دیا گیا اور انہوں نے اپنے رب کا ارشاد فرمایا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے بیچ

سے شروع کیا اور فرمایا جس طرح یہ کلمات حمد وثنا الٰہی پر مشتمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ان سے اپنی حمد فرمائی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کو متضمن ہیں ان کے رب نے ان کے یہ نام رکھے اور ان اوصاف سے ان کا یہ وصف کیا اور قرآن مجید اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے کتنے ہی اسماء حسنیٰ ہیں کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے مسمی کیا جیسے نور اور حق اور حکیم اور مومن اور مہیمن اور ولی اور ہادی اور رؤف اور رحیم اور ان کے سوا اور یہ چاروں نام اوّل و آخر وظاہر وباطن بھی انہیں میں سے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر نام کی وجہ بیان کرنی شروع کی۔ پھر فرمایا وہ ہر شے کے عالم ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذات الٰہی کے شانوں اور صفات حق کے احکام اور اسماء وافعال اور آثار غرض جمیع اشیاء کا علم ہے اور حضور نے جمیع علوم اول وآخر وظاہر وباطن کو احاطہ فرمایا اور اس آیت کے مصداق ہوئے کہ ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے ان پر سب سے افضل درود اور سب سے اتم واکمل سلام انتہیٰ مترجما تو یہ کہنا اگر شرع میں جرم ہے تو ان جلیل امام[1] کا گناہ مجیب سے بڑھ کر ہے اور اس میں مجیب کے

رکھا تو میں نے اس کی انگلی کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی تو میں نے علم اولین وآخرین جان لیا تو حاصل ہو گیا ان کے لیے تخلق باخلاق اللہ اور الٰہی نسبتیں قول الٰہی سے اپنے لیے وہی اول وآخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی ہر چیز کا جاننے والا اور یہ آیت سورۃ حدید میں آئی کہ جس میں شدید سختی ہے اور لوگوں کے لیے فوائد تو اس لیے حضور مبعوث ہوئے تلوا کے ساتھ اور بھیجے گئے سارے عالم کے لیے رحمت۔ اھ منہ حفظہ ربہ مدینہ۔

[1]ـ وازید ک آخری امر دادھی الخ اور میں تیرے لیے زیادہ کروں دوسر ازیادہ کڑوا اور سخت بلا یہ کہ علامہ نظام الدین نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر غرائب القرآن وغائب الفرقان میں پھیر دیا قول الٰہی آیۃ الکرسی میں "یعلم مابین ایدیہم (تا) الابماشاء" جانب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد ۳، ص ۲۴ جہاں کے لیے ہیں "من ذالذی یشفع عندہٗ الاباذنہ" یہ استثنا راجع ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب گویا کہ ارشاد ہوا کون ہے وہ کہ شفاعت کرے اس کے پاس قیامت کے دن مگر اس کا بندہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ وہی اجازت یافتۂ شفاعت ہے حسب وعدۃ صادقہ قریب ہے کہ تیرا رب تجھ کو مقام محمود میں مبعوث کرے گا۔ یعلم "یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں ایدیہم" جو ان کے سامنے ہیں ابتدائی کاموں سے قبل پیدائش مخلوق کے "وما خلفہم" یعنی جو ان کے پیچھے ہے حالات قیامت سے "ولایحطیون بشیٔ من علمہ" اور انہیں احاطہ کرتے ہیں ذرا کسی چیز کا اس کے علم سے اور جزیں نیست کہ وہ معائنہ فرمانے والے ہیں ان کے حالات اور ان کی سیرتوں اور ان کے معاملات وحکایات کا اور تم سے ہم سب بیان

وہی پیشوا ہیں تو اب ان پر حکم لگاؤ اور مجھے بتاؤ کہ کیا وہ معاذاللہ تمھارے نزدیک کافر ہیں یا گمراہ یا گمراہ گر یا مسلمان سنی ہیں عام لوگوں میں سے یا بڑے عالم اور دین کے ستون اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین کے وارث فوراً فوراً جواب دو اور حملہ کرنے والے نقاب میں منھ چھپانے سے بچیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گویا کہا گیا مشفوع لہم میں اولین

کریں گے پیغمبروں کی خبریں اور وہ نبی جانتے ہیں آخرت کے سب کام اور جنت ودوزخ کے حالات اور وہ لوگ نہیں جانتے کچھ اس میں سے "الابماشاء" مگر وہ چیز کہ وہ نبی چاہے کہ اس سے انہیں خبردار کرے "وسع کرسیہ السموٰات والارض" وسیع ہے اس کی کرسی سمائے ہوئے ہیں آسمان وزمین عرش بایں ووسعت مثل ایک چھلہ ہے کہ پڑا ہے درمیان آسمان وزمین کے بہ نسبت وسعت قلب مومن کے "ولایودہ حفظھما" نہیں گراں ہے روح انسانی کو تحفظ سرار سمٰوات والارض کا اور سکھایا آدم کو سارے نام اھ۔ مختصرا تو حکم کر وان پر کیا وہ تمہارے نزدیک کافر ہیں اور غفرلہٗ مدینہ، میں کہتا ہوں کہ میرے دل میں القا کیا گیا کہ اس پر ان کی تقریر یہ ہے کہ جب اشارہ کیا قول الٰہی "من ذالذی یشفع عندہ الاباذنہ" نے اس جانب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی ماذون بالشفاعت وہی اس کا دروازہ کھولنے والے ہیں نہ کوئی اور ان کے سوا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو گویا پوچھنے والے نے ان دونوں کے ساتھ تخصیص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ بارگاہ الٰہی میں شفیع کے لیے اس سے چارہ نہیں کہ وہ مطلع ہو اوپر ہر اس چیز کے کہ صادر ہوتی اور صادر ہو گی ان سے کہ جن کی شفاعت کرے اور ان کے ایمانی مراتب اور اعمال باطنہ وظاہرہ پر آگاہی رکھے تاکہ ہر وہ شخص کہ جو شفاعت کئے جانے کا اہل ہو تاکہ جان لے ہر اس شخص کو جو شفاعت کا سزاوار ہے اور یہ کون سی قسم شفاعت کا فی نفسہٖ محتاج ہے اور کون سی شفاعت بارگاہِ الٰہی میں اس کے لیے قابلِ امداد ہے۔ کیونکہ شفاعت کی بہت سی قسمیں ہیں اور کتنے اس کے لیے مواقع اور مقامات ہیں تو جو اسے نہ جانے اس کے کام کی بصیرت نہ ہو گی اور وہ کہتے ہیں کہاس طرف اشارہ کر رہا ہے قوال الٰہی "لایتکلمون الامن اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا" کوئی بات نہ کرے گا مگر جسے رحمٰن نے اذن دیا اور ٹھیک بولا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علی وسلم وہی احاطہ کئے ہوئے ہیں اس سب کو سارے جہانوں میں سے تو بلاشبہ وہ سارے عالم جانتے اور وہ چیز جس پر وہ اس آن میں پہچانتے ہیں "یعلم مابین ایدیھم" اور جانتے ہیں اس کو جو اس کے سامنے ہیں "ماکان" سے اور جو ان کے پیچھے ہے "مایکون" سے آخر زمانہ تک اپنے رب غالب بڑے علم والے کے بتائے سے کیونکہ "ماکان ومایکون" قبل اطلاع خاص تھیں ان کے ساتھ جیسا کہ ان پر گذشتہ حدیث نے روایت کی یعنی روشنی کر دینا اللہ سے جس نے میرے لیے روشن کیا جیسا کہ مجھ سے پہلے تمام انبیاء کے لیے روشن فرمایا تو اس طرح جواب دیا گیا کہ انہوں نے اگرچہ جانا مگر نہ جانا بے ان کے سکھائے اور ان کی امداد کے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور باوجود اس کے انہوں نے احاطہ نہ کیا مثل ان کے احاطہ کے اور نہ انہیں ادراک ہوا مثال ان کے ادراک کے اور بلاشبہ باوجود اس کے ان کے لیے فضل وکمال ہے "لایحیطون بشئی من علمہ" اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے "الابماشاء" مگر جتنا وہ چاہے۔

(ترجمہ شعر) وہ بزرگی کا آفتاب ہے یہ اس کے ستارے کہ لوگوں کے لیے اپنے انوار ظاہر کرتے ہیں تاریکیوں میں یہ سبب ان کے اصل اول ہونے کے اور اس میں انہیں پر اعتماد اور وہی اتم واکمل ہیں تو وہی اس کے ساتھ خاص کے گئے نہ ان کا غیر۔

وآخرین سے وہ کثرت ہے کہ عدد اس کے حصر سے تھک رہے تو اگر ان کے لیے نہ ہوں مگر ایک ہی شفیع اور وہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بشر ہیں تو شاید ان کا سینہ کبھی تنگی فرمائے اور حاصل ہو اس سے ایک نوع جدائی۔ باقی ہلاک ہو جائیں تو جواب دیا گیا کہ اس کا سینہ کیسے تنگی کرے گا حالانکہ "وسع کرسیه السمٰوٰت والارض" اور یقینی وسعت رکھتی ہے اس کی کرسی سارے آسمان وزمین کو تو تمہارا کیا گمان ہے ان کے قلب کریم کے ساتھ جس میں عرش کا گنبد ایک مچھر ہی کی طرح کہ اڑ رہا ہو فضا میں آسمان وزمین کے درمیان تو گویا کہا گیا ہاں لیکن ہم ڈرتے ہیں شاید بھول جائیں کوئی اس عظیم کثرت کو کہ جو ان کے لیے ہو جائے بھولنے والا تو جواب دیا کیونکر بھول جائے گا کوئی ان میں سے اور وہ وہ ہے کہ اس پر گراں نہیں (ان دونوں آسمان وزمین کی حفاظت) مع اس کے کہ جو ان دونوں میں ہے مخلوقات سے اور فضل فرمایا، سفارش کئے گئوں پر ایسا ایسا ڈھیر اکہ جس کا احصاء نہ فرمائے مگر اللہ برتر یہاں تک کہ انتہائے کلام اور ازالۂ اوہام ہوا اور پوری فرحت حاصل ہوئی اسے جو ان کا وابستہ کنارۂ دامن ہے ان پر اور ان کی آل پر سب سے افضل صلوٰۃ وسلام جان لو کہ میں اس کا مدعی نہیں کہ یہ معنی آیہ کریمہ کے ہیں نہ اس کا دعویٰ علامہ مفسر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن وہ کہ درحقیقت ان اشارات کے قسم سے ہے جو اہل ربانی اہلِ باطل کے لیے معروف ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے منتفع کرے مثل ان کے قول کے زیر حدیث صحیح کہ ملائکہ ان گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہو کہ بیت قلب اور ملائکہ تجلیات الٰہی اور کلب شہوت اور حاشا انکار نہیں کرتے معنی ظاہر کا باطنیہ کی طرح اور ان کا یہ کام محض ایمان وکمالِ عرفان ہے جیسا کہ کہا علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں اور بسا اوقات ایسی شق لاتے ہیں جو بعید وغریب تر ہو، اہلِ ظاہر میں تو وہ ان پر خطا وجھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں یہ نہیں ہیں مگر از "قبیل الخیار بدالقین" (لکڑی کھیر العوض دودانگ) اور ایک شے دوسری شے کے ساتھ ذکر ہوتی اور قلب ایک حرف سے نصیحت پاتا ہے

اور یہ زیادہ بعید نہیں ان کے اذہان کے منتقل ہونے سے ساتھ سننے تغزل لیلی اور سلمی اور عزہ اور تنبیہ (معشوقان خالی شعراء) کہ ان کے محبوب کی طرف فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تفسیر احسان میں یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے تو اگر نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ بعض عارفین قدس اسرارہم دوسرے "تراہ" پر رک گئے اس معنی پر کہ "انك ان لم تكن" یعنی تو فنا ہو جائے اپنے نفس سے تو اب تو اسے دیکھے اور تو پہنچ جائے مقام مشاہدہ باری تعالیٰ تک کیونکہ تیرا نفس وہی حجاب ہے تجھ میں اور شہود مولیٰ میں اور اس پر امام ابن حجر عسقلانی نے یہ اعتراض کیا کہ اگر مراد وہ ہے جو انھوں نے کہا تو البتہ "تراہ" محذوف الالف ہوتا اور یقیناً قول "فانه يراك" ضائع ہو جاتا کہ اس کو ماقبل سے کوئی ربط نہیں رہتا، پھر الفاظ حدیث کی روایات پے درپے لائے کہ متحمل اس تاویل کی نہیں جیسے روایت کھمس "انك ان لاتراه فانه يراك" کہ بلاشبہ تو اگر اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے تو اس کا جواب شیخ محقق علامہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح یوں دیا کہ الف کا مضارع مجزوم میں ایک مروجہ نعت میں ہے اور اسی بنا پر ہے روایت قنبل کی ابن کثیر سے قول الٰہی میں ارسله معناغدا یرتعی ویلعب اور قول الٰہی "ومن تنقی ویصبر" اور شاعر کا قول ہے الم یاتیك والانباء تمنی" علاوہ ازیں واجب نہیں جزم کا جب شرط ماضی ہو اگرچہ معنی یعنی جیسا کہ یہاں ہے اور ارتباط "فانہ یراک" کا وہ بیان امکان رویت کے لیے ہے جیسا کہ استدلال کیا گیا ہے، کلام میں امکان دیدار الٰہی پر یعنی ہمارا اس کو دیکھنا بغیر جہت ومکان اور خروج شعاع وغیرہا کہ اور ممکن ہے کہ دوسری بالمعنی روایتیں معنی ہوں اس معنی کر اسے راوی نے سمجھا حدیث سے کیا علاوہ ازیں کے نہیں ہے یہ تاویل حدیث کی اور بیان معنی کا مثل مراد کے نزدیک علماء عربیت کے جزیں نیست کہ یہ ایک چیز ہے جو ظاہر ہو جاتی ہے ان کو بواطن پر بہ سبب غلبۂ حال محویت وفنا کے ان کے قلوب پر اور نہیں ہے یہ اس لفظ سے پیچ اس روایت کے اور یہ فی الحقیقت

از قبیلہ سعتر بری اور دس کھیرے بعوض ایک دانگ کے واللہ تعالیٰ اعلم اھ مختصراً اور یونہی رد کیا اسے علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں مگر انہوں نے ایراد اول وثالث کے جواب میں وسیع کلام کیا اور نہ قریب آئے، جواب ثانی کے نمایاں طور پر جہاں کے انہوں نے کہا جو کہا گیا کہ اس کے موافق نہیں ہے الف کے ساتھ رسم خط تو یہ مدفوع ہے اس کے محمول کرنے سے ایک لغت پر یا بر بنائے اشباع حرکت یا حذف مبتدا اور وہ انت ہے اور جائز ہے حذف (فا) کا جملہ اسمیہ سے جو واقع ہو جزا کے مقام پر کہا اور قول اس کا "فانہ یراک" کلام سابق سے متعلق ہے اگرچہ اس کا کچھ تعلق لاحق سے بھی ہے اور میں نے اس مقام میں تطویل اس کلام میں بعض شراح کے اظہار خطا ہی کے لیے کی اور اس کے منافی نہیں وہ بعض روایات میں وارد ہوا "فانک ان لاتراہ" فانہ یراک "تو اگر اس کو نہیں دیکھتا تو وہ مجھے دیکھتا ہے "فان لم ترہ فانک یراک" کہ یقیناً پہلے کہ قائل نے ادعا نہ کیا مراد حدیث وہ ہونے کا جو عبارت نے ادا کیا بلکہ ذکر کیا ایسے معنی کو جو ماخوذ فحوا کلام سے ہیں بطور اشارہ، اھ، مخلصاً میں کہتا ہوں ظاہر ہوئیں اس عبد ضعیف کے لیے دوسری وجوہ ارتباط "فانہ یراک" میں امید کرتا ہوں کہ یہ لطیف وظریف تر آور ہوگا جملہ واسطے بیان ثبوت رویت کے نہ خالی امکان کے اول "فان لم تکن" پس اگر تو نہ ہوا اور فنا ہو جائے اس کے شہود کی خواہش میں "تراہ" تو اسے دیکھے گا اور مراد کو پہنچ جائے گا۔ "فانہ یراک" کہ بے شبہہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تجھ سے ایک لمحہ غافل نہیں تو جب اس نے تجھے دیکھا کہ تو نے اس کے لیے اپنی جان فنا کر دی تو وہ کسی کو ناامید نہیں کرتا کیونکہ تو مقام احسان تک رسا ہو گیا اور اللہ ضائع نہیں کرتا محسنین کا اجر۔ ثانی "فان لم تکن" تو تو اگر نہ ہو تو یقیناً اُسے دیکھ رہا ہے کیونکہ تو فنا ہو گیا اور وہی باقی ہے تو اب وہی اپنی ذات کا دیدار کرنے والا ہے اور کیونکر نہ دیکھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تو یقیناً فنا ہو چکا تو باقی ثالث پس اگر تو نہ ہو گا تو اس وقت تو اسے دیکھے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اس کی آنکھ کا پردہ نہیں "فانہ یراک" تو وہ بے شک تجھے دیکھ رہا ہے اور تو ایک صورت خیالی خواب میں آنے والی پر تو تجلی عکس وظلی میں سے ہے تو کیسے نہ دیکھے حسن حقیقی اور جمال اصلی یہ لو لیکن قول ان کا من قبیلہ سعتر بری اشارہ ہے اس چیز کی طرف جو رسالہ امام قیشری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بسند یحییٰ بن رضی علی ہے کہ انہوں نے کہا، سنا ابو سلیمان دمشقی نے طواف میں ندا یا سعتر بری تو غش ہو کر گر پڑے جب افاقہ ہوا دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا مجھے معلوم ہوا کہ وہ کہتا ہے "اسعتر بری" یعنی کسرۃ یا رز سے اور وہ نیکی اور احسان ہے اگرچہ طواف کرنے والے اسے فتح (با) سے کہا اور کتاب مرقی فی مناقب سید محمد شرقی نے کہ ان کے نواسہ عبد الخالق ابن محمد ابن احمد بن عبد القادر کی مصنفہ ہے اس میں ہے کہ ایک شخص مصر کی گلیوں میں بیچتا اور کہتا یا سعتر بری تو اسے تین بندگان خدا نے سمجھا پہلے نے اہل ہدایت سے "اسعتر بری" یعنی کوشش کر میری اطاعت میں تو دیکھے گا میری کرامت کی عطائیں **دوسرا متوسط** تو اس نے سمجھا "یاسعتر بری" یعنی کسی قدر وسیع ہے میری بھلائی اور احسان اس کے لیے جو مجھ سے محبت اور میری اطاعت کرے اور تیسرا اہل نہایت سے تو اس نے سمجھا "الساعۃ ترٰی برّی" پس ان تینوں کو وجد آ گیا، اھ، اور احیاء میں ہے کہ عجمی پر کبھی وجد کا غلبہ عربی اشعار پر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے بعض حروف بروزن حروف عجمیہ ہوتے ہیں تو ان سے دوسرے معنی مفہوم ہوتے ہیں کسی کا شعر تھا۔

مازارنی فی النوم الاخیال — فقلت لہ اھلاً وسہلاً ومرحبا

میں نے اس کی صورت خیالی کا خواب میں نظارہ کیا تو میں نے اس سے کہا اہلاً وسہلاً مرحبا تو اس پر ایک عجمی کو وجد آ گیا تو اس سے سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا "مازارلم" کہ مرنے کے قریب ہوں اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ لفظ زار بزبان فارسی ہلاکت سے قریب والے پر دال ہے تو اسے وہم ہوا کہ ہم سب ہلاکت کے قریب ہیں۔ اور اس نے اس وقت خطرۂ ہلاکت آخرت سمجھا عشق الٰہی میں جلنے والا اس کا وجد اس کے حسب فہم ہوتا ہے الخ خلاصہ یہ کہ ہمارا استدلال یہاں تفسیر آیۂ کریمہ سے نہیں بلکہ تاویل مفسر اور ان معنی پر ان

کے اعتقاد سے ہے یہاں تک کہ اس نے جائز رکھا آیۂ کریمہ کا اس کی جانب اشارہ تو وہ اب تمہارے نزدیک کفر کے زائد لائق والعیاذ باللہ تعالیٰ اور مقصود اس بات کا بیان ہے کہ تم معرفت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محجوب ہو اور اتنی معرفت بھی نہیں جتنی علمائے ظاہر کو ہے کجاوہ کہ اولیائے کرام کو مرحمت ہوئی تو تم مسلمان کی تکفیر کرتے ہو اور بے علمی سے انکار کرتے اور اس انکار کو اچھا خیال کرتے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے بلکہ انہوں نے جھٹلایا اسے جسے انہوں نے نہ جانا یہ ہے ان کا مبلغ علم تو جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے نور نہیں۔
میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں عفو وعافیت، اھ منہ جدیدہ

سوال دوم مجیب کے اس قول سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہو گا سب جانتے ہیں اقول جواب اول تم نے کلام مجیب کا ایسا ترجمہ کیا جو تم جیسوں کے لیے وہم زیادہ ابھارنے کا باعث ہو اس لیے کہ تمہاری عبارت میں "ازل" سے کا تعلق "جانتے ہیں" سے بھی متحمل ہے ازل کو جب اصطلاح کلام پر عمل کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم ازل سے موجود ہے جس کے لیے ابتدا ہیں اور یہ کھلا کفر ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور مجیب کے کلام میں اس احتمال کو راہ نہیں۔ ان کی عبارت یوں ہے ص ۷ بے شک جملہ مالم تکن تعلم شامل ہے ان تمام مغیبات کو جو ازل سے ہو گذریں اور ابد تک ہوں گی انتہیٰ۔

رہا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ازل سے ابد تک کے تمام کائنات کو شامل ہونا تو آگاہ کہ ازل وابد بولے جاتے ہیں اور ان سے وہ مراد ہوتی ہے جو متکلمین کی اصطلاح ہے یعنی وہ جس کے وجود کی ابتدا نہیں اور وہ جس کے بقا کی انتہا نہیں اور اس معنی پر جمیع اشیاء کو علم کا شامل ہونا ہم تجھے بتا چکے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بندوں کے لیے عقل ونقل دونوں کی رو سے محال ہے مگر بارہا ازل وابد بولتے ہیں اور ان سے گذشتہ وآئندہ کا طویل زمانہ مراد ہوتا ہے جیسا کہ بمعنی [1] ابد میں قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں تصریح کی۔

قدم ہے کہ جس کی ابتدا نہیں اور اس کا اطلاق مجاز اس پر آتا ہے جس کی عمر طویل ہو اھ اور جواہر ودرر مصنف عارف باللہ امام علامہ سیدی عبد الوہاب شعرانی میں استفادہ فرمایا اپنے شیخ عارف باللہ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس کی عبارت یہ ہے تو میں نے ان سے کہا کیا مراد ان کے قول سے کہ اللہ لکھ لیا اسے ازل میں باوجودیکہ ازل کا تعقل نہیں مگر یہ کہ وہ زمانہ ہے اور زمانہ مخلوق ہے اور اللہ کا لکھنا قدیم ہے تو فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مراد کتاب ازلیہ سے وہ علم الٰہی ہے جس نے احصار کر لیا تمام اشیاء کا اس میں لیکن ازل پس وہ زمانہ وہ ہے کہ درمیان وجود الٰہی اور وجود ان موجودات کے معقول ہیں، اب میں لیا گیا عہد وجود پر الخ تو ظاہر فرمادیا سوال کرنے والے امام نے سوال میں یہ کہ ازل بمعنی زمانہ نہیں ہے مگر مخلوق حادث غیر قدیم اور ظاہر کر دیا سردار عارف باللہ مجیب نے جواب میں کہ وہ زمانہ ہے جس میں حق تعالیٰ نے اخذ میثاق فرمایا تو شک منتفی ہو گیا اور عیب عیبی کی طرف پھر گیا۔ امام احمد بن خطیب قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مواہب لدنیہ، ج ۲، ص ۳۸۰ میں فرمایا خوب فرمایا علامہ ابو محمد مشقر شقراطسی نے جہاں اپنے مشہور قصیدہ میں فرمایا ملک اللہ کے لیے ہے یہ عزت جس کے لیے نبوت باندھی گئی ازل میں تو اگر ازل سے قدم مراد ہو تو اس وقت عرش کہاں تھا، اھ منہ غفرلہ مدینہ۔

اور میرے سردار عارف باللہ مولانا نظامی قدس سرہ السامی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت میں کہا:

محمد کا زل تاابد ہر چہ ہست
بہ آرایش نام او نقش بست

یعنی ازل تا ابد تک جو کچھ موجود ہے اس نے اسی لیے صورت پکڑی اور موجود ہوا کہ نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

---

[1] وفی کواکب الانوار الخ، اور کواکب الانوار شرح عقد ارالجوہر تو قیف سے منقول ازل

زیبایش بنے یعنی حضور کے خدم و حشم سے ہو اور حضور کے عزت وجلالت کے جلوس میں شامل ہو تو اب تیرا گمان ہے مولانا نے ازل سے یہاں کی مراد لیا اگر تو اسے اصطلاح کلام پر حمل کرے تو معاذ اللہ کفر ہو گا تو اپنے بھائی کے کلام کو اس معنی پر کیوں نہیں حمل کرتے جس پر ان سید عارف باللہ کا کلام حمل کرو گے اور میں نے اسی ایضاح کا قصد کیا کہ ازل سے ابد تک "کی جگہ" روزِ اول سے روزِ قیامت تک لکھا مگر اعتراض کی لت معنی فساد کی طرف جلد لے جاتی ہے جواب دوم اگر تم ص۱۶ پر خود مجیب کا کلام دیکھتے تو ازل وابد سے ان کی مراد جان لیتے جیسے ہم نے جان لی پس بے شک وہ کہتے ہیں بے شک لوح محفوظ کہ اس میں مرقوم و محفوظ ہے وہ سب جو ہو گذرا اور ہو گا ازل ابد تک تو کیا کوئی وہم کرے گا کہ انہوں نے ایسی چیز کا جس کے نہ وجود کا اول ہے نہ بقا کا آخر ایک محدود و متناہی لوح میں منقوش ہونا مانا ہے، بلکہ ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے کہا کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جس طرح صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہوا کہ ابد تک سب چیزوں کا لوح میں ثبت ہونا فرمایا اور وہاں پھر یقیناً وہی مراد ہے جو ہم نے ذکر کی جواب سوم کاش تم خود رسالہ مجیب کا ص ۱۱ دیکھتے جہاں تفسیر روح البیان سے یہ عبارت نقل کی ہے کہ (اے نبی) تم اپنے رب کے فضل سے پوشید گی والے نہیں کہ جو کچھ ازل سے ہوا اور جو کچھ ابد تک ہو گا تم پر کچھ چھپا ہو اس لیے کہ جَنّ بمعنی پوشید گی ہے بلکہ تم جانتے ہو جو کچھ ہو گذرا خبر دار ہو جو کچھ ہونے والا ہے انتہیٰ تو یہ مفسر فاضل اس لفظ میں مجیب کے پیشوا ہیں بلکہ اگر یہ گناہ ہے تو ان مفسر کا گناہ مجیب سے سخت تر ہے اس لیے کہ مجیب نے تو یہ اپنے کلام میں کہا اور مفسر نے اسے کلامِ الٰہی کی تفسیر ٹھہرایا تو اس لفظ پر کفر یا گمراہی یا جو حکم لگاؤ پہلے اس عالمِ جلیل پر لگاؤ پھر مجیب عقیل کی طرف بڑھو سوال سوم مجیب کے اس قول سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام غیبوں کو شامل ہے یہ حق ہے یا نہیں اقول جواب جمیع اس معنی پر کہ تمام معلومات الٰہیہ کو تفصیل وار احاطہ حقیقیہ سے محیط ہو جائے یہ تو ہم تمہیں بتا چکے کہ یہ مخلوق کے لیے یقیناً قطعاً عقل وشرع دونوں کی رو سے محال ہے اور اس معنی پر کہ جو کچھ روزِ اول سے ہوا اور روزِ آخر تک ہو گا اس سب کو محیط ہو یہ حق اور سچا ہے اللہ ورسول کا ارشاد سننے اور ماننے کی رو سے اے کاش میں جانوں جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر شے کا روشن بیان اور فرماتا ہے ہر چیز کی تفصیل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر شے مجھ پر روشن ہو گئی اور علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جزئی و کلی علم حاصل ہو گئے اور سب کا احاطہ فرمالیا۔

اور فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شے بیان فرمادی اور فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم نے تمام عالم کو گھیر لیا اور فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ ہو گذرا اور جو کچھ ہو گا سب جان لیا اور فرماتے ہیں سب کچھ ایسا دیکھتے اور سنتے ہیں جیسا آنکھوں کے سامنے ہے اور فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اشیاء کے عالم ہیں اور فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر کا احاطہ فرمالیا اور فرماتے ہیں کہ عارف پر ہر شے روشن ہو جاتی ہے جیسے کہ یہ عبارات اوپر گذریں تو جمیع غیوب کہنے میں کون سی انوکھی بات ہے۔ کیا اس کا عموم ان کلمات الٰہیہ اور کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقوال ائمہ والفاظ علماء کے عموم سے زیادہ خیال کرتے ہو بلکہ اگر تم عقل کا دامن تھامو تو اکثر ارشادات جو گذرے ان سے اس لفظ کی چوڑان اور وسعت کم پاؤ گے تو مراد وہی ہے جو ٹھہر چکا اور قرار پاگیا تو اگر یہ کفر یا گمراہی یا خطا یا نادانی ہے تو پہلے اللہ ورسول کا کلام بدلو اور عالموں کو کافر یا گمراہ یا جاہل کہو پھر سب کے بعد مجیب کی طرف پلٹو۔ سوال چہارم کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی ابتدا اور انتہا اور کسی حد سے محدود ہے یا ایسا نہیں۔ اقول جواب ابتدا تو ضرور ہے اس لیے کہ مخلوق کا علم حادث ہی ہو کر ممکن ہے رہے انتہیٰ اگر اس سے مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معلومات کی ہر زمانہ میں کوئی گنتی ہے جسے اللہ جانتا ہے اگرچہ کوئی آدمی اور فرشتہ اسے شمار نہ کر سکے تو یہ بھی بلاشبہ صحیح ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کسی

حد پر ٹھہر جائے کہ اس سے آگے نہ بڑھے تو یہ باطل ہے اور اللہ اسے نہیں مانتا بلکہ ہمارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابد الآباد تک ذات وصفات الٰہی کے علم میں ترقی فرماتے رہے گے اور ان تمام باتوں پر نظر اول میں ہم کلام مفصل کہہ چکے۔ سوال پنجم تقریظ میں میرے اس قول سے جسے سائل نے عربی بنانے میں یوں کر دیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے ذرہ بھر غائب نہ ہوا کہ اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ ازل سے ابد تک ذرّہ بھر کوئی شے حضور کے علم سے غائب نہیں یا کچھ اور اقول جواب اول میرے کلام کا ترجمہ تو یہ ہے نہیں باقی رہا کوئی ذرہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے خارج ہو اور یہ صاف حدوث کی طرف ناظر ہے بخلاف ترجمہ سائل کے علاوہ بریں سائل نے لفظ مثقال بڑھا دیا اور وہ میرے کلام میں نہیں گویا وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ تردید وتردد جو اس کے کلام میں کہ ازل سے ابد تک مراد ہے یا کچھ اور یہ ٹھیک ہو جائے اس لیے کہ اگر وہ مثقال کا لفظ نہ بڑھاتا اور یوں پوچھنے کھڑا ہوتا کہ کیا ازل سے کوئی ذرّہ حضور کے علم سے غائب ہوا تو یہ اس پر دلیل ہوتا کہ وہ ازل میں ذروں کا وجود مان رہا ہے تو کھلا ہوا سخت گمراہ کفر ہوتا تو اس نے مثقال بڑھا دیا کہ اور نہ جانا کہ ازل میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مثقالوں سے تولی جائے وہاں تو اللہ ہے اور اس کی صفتیں تو اس کا کمال وتردّد احتمال کفر کی طرف ناظر رہ گیا یا اس میں ظاہر اور ٹھہر چکا ہے کہ یہی انجام ہے اس کا جو اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودے پھر یہاں جو بات ہے ہم بار بار تجھے بتا چکے اور صاف کھول کر ظاہر کر چکے اور ازل کا لفظ نہ میرے کلام میں ہے نہ اس معنی پر کہ جو سائل کے وہم میں ہے میری مراد جواب دوم یہاں تین مرتبہ ہیں۔ پہلا مرتبہ مسلمان صالح سلامتی والے کا جو مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتا مگر نیک تو اگر وہ کوئی ایسا لفظ پاتا ہے جس میں دوسرا پہلو ہے اسے تاویل کر کے برائی اور نقصان سے پھیر دیتا ہے۔ دوسرا وہ جسے یہ توفیق تو نہیں مگر ایک طرح کی دیانت رکھتا ہے اور اس کا دین کچھ محفوظ ہے تو وہ اپنے بھائی کے لیے اپنی طرف سے کوئی محال نہیں گڑھتا تا کہ بدگمانی اور تہمت کے لیے محال پائے، تیسرا وہ جو ان نعمتوں سے محروی میں حد کو پہنچ گیا مگر اس کی آنکھ میں کچھ حیا باقی ہے تو گمان بد جس کا افترا کرے جب یہ اس کے خلاف کی تصریح پاتا ہے تو جرأت کا اقدام نہیں کرتا، اس لیے کہ اس کے آنکھوں کے سامنے وہ چیز موجود ہے جو اس کے افترا کو رد کر دے گی اور اس کے منہ میں لگام دے دے گی مگر وہ جس نے حسد کیا، اور تباہ ہو گیا اور حسد سے گذر گیا۔ وہ دیکھتا اور منہ پھیر لیتا ہے اور سنتا اور اعتراض کرتا ہے اور میں حملہ آور کو متنبہ کرتا ہوں اور میں اسے گھاٹوں پر اتار لایا اور ایسے مسائل کا افادہ کیا اور اس کے سامنے کھڑے مسائل بیان کیے کہ ہر پست سے پست تر نہ بننے پر کیونکر ہو حالانکہ میرے کلام میں اتنا ہی نہ تھا کہ یہ لفظ ازل سے خالی ہے بلکہ اس میں عظیم تصریح کے ساتھ مصرح تھا کہ وہ مراد ہے، جو روزِ آخر تک روزِ اول سے ہو گا اور ہوا تو کیا تصریح نے بدگمانی پر راستے بند نہ کر دیئے تھے۔ مگر حسد ایک گوکھرو ہے کہ جسے لپٹ جاتا ہے وہ تباہ وہلاک ہو جاتا ہے تو بچ اور بچ ہلاکت کی جگہوں سے اور اللہ ہماری اور تیری ہدایت کا والی ہو، الحمدللہ جواب پورا ہوا اور صواب کھل گیا اور جب کہ یہ جلد لکھا ہوا ایک رسالہ کی صورت میں نکلا تو مناسب ہے کہ اس کا نام الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ رکھوں تا کہ یہ نام بھی ہو اور مقصود وتالیف ومکان تصنیف کا اشعار واعلام بھی ہو اور ابجد کے حساب سے سال تالیف کی علامت اور نشانی بھی ہو۔

الحمدللہ بندہ ضعیف نے پہلا حصّہ پہلے دن سات گھنٹے میں پورا کر دیا تھا پھر اس میں فائدے کے لیے نظر ششم بڑھائی اور آج باوصف کثرت اشغال کے دوسرا حصّہ بعد ظہر کے لکھا اور اسے ایک گھنٹے سے کچھ زائد میں تمام کر دیا تو بحمد اللہ ۲۷/ ذی الحجہ روز چہار شنبہ کو عصر سے پہلے پورا ہو گیا اور سب سے افضل درود اور سب سے کامل تر سلام ان مولی پر جو مہکتی خوشبو سے مخصوص اور اپنے احسان سے حشر کے دن ہمارے شفیع ہیں اور ان کی عزت والی آل اور عظمت والے صحابہ پر جب کہ صبح اور دس راتیں دورہ کریں اور سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان کا۔

حضورِ مفتی اعظم کی یادگار گیا

صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری

اس دنیائے رنگ وبو میں کئی عالی مرتبت شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے وجود سے زمانہ فیض حاصل کرتا ہے۔وہ پرُانوار ہستیاں اپنی تجلیات سے زمانہ کا مرجع ورہنما ہوتے ہیں۔ایسی ذوات مقدسہ میں وارثِ علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمۃ ایک مقام اعلیٰ کے حامل ہیں۔آپ کا تعلق مشہور علمی وروحانی خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے ہے۔آپ کی ولادت کاشانۂ رضا محلہ سوداگران بریلی میں ۱۴ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ / ۲۳ نومبر ۱۹۴۲ء بروز منگل ہوئی۔

تاج الشریعہ اور مرجع العلماء و الفضلاء کے القابات قطب مدینہ حضرت علامہ مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی اور فضیلت الشیخ مولانا محمد بن سید علوی مالکی امام حرم علیہما الرحمۃ شیخ الحرم مکہ معظمہ نے دیئے اور فرمایا کہ ان القابات کے لئے موزوں ترین شخصیت کا انتخاب کیا گیا ہے۔۲۰۰۵ء میں شرعی کونسل آف انڈیا کے اجلاس میں مفتیان عظام اور علمائے کرام کے جم غفیر نے قاضی القضاۃ فی الہند کا خطاب دیا۔

اس گنہگار سید وجاہت رسول قادری رضوی نوری غفرلہ ولوالدیہ کو بھی حضرت تاج الشریعہ علامہ مولانا اختر رضا قادری الازہری رحمۃ اللہ علیہ سے دیرینہ شرف عقیدت وخلافت حاصل ہے۔آپ نے ۱۴۰۴ھ میں پیر طریقت حضرت شوکت حسن خان قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے کاشانۂ مبارک (گلبرک، کراچی) پر خلافت اپنے لیٹرپیڈ پر اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عطا فرمائی تھی۔اس کے محرک ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم مغفور تھے جوان دنوں سفر میں بطور سیکریٹری حضرت تاج الشریعہ کے ساتھ ہوتے تھے۔ عرس رضوی میں یا اس کے علاوہ جب بھی بریلی شریف حاضری ہوتی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ضرور شرف ملاقات حاصل کرتا تھا۔کراچی جب بھی تشریف لاتے تو ان سے ضرور ملاقات کا اعزاز حاصل کرتا تھا۔ فقیر کے غریب خانہ پر بھی حضرت متعدد بار تشریف لاچکے ہیں۔خانوادۂ رضویہ سے ہمارے خانوادۂ "علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری لکھنوی علیہ الرحمۃ" سے ایک صدی سے زیادہ پرانے علمی وروحانی تعلقات ہیں۔ حضرت تاج الشریعہ نوراللہ مرقدہ اس رشتے کی بہت رعایت فرماتے تھے۔علم وعرفان کا جو چشمہ حضرت علامہ مولانا رضا علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے جاری ہوا وہ حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کی ذات سے بھی بحمد اللہ جاری رہا۔اللہ کریم سے امید ہے یہ چشمۂ فیض رضا تاقیامت اس خانوادہ سے جاری وساری رہے گا۔اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور تاج الشریعہ نے خانوادۂ رضویت کی ڈیڑھ سوسالہ علمی وروحانی قیادت کی علم برداری کا فریضہ کماحقہ ادا کیا ہے۔ آپ نے راہ سلوک کے مسافروں کی رہنمائی کے ساتھ بحر علوم کی غوطہ زنی بھی کی ہے۔آپ معقولات اور منقولات میں یکساں طور پر دست گاہ کامل رکھتے تھے۔ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں پر عبور تھا اوران چاروں زبانوں میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف ملتی ہے آپ تحریر کے بادشاہ ہیں۔ تحریر کی ظاہری اور معنوی خوبیاں

قابل دید ہوتی ہیں۔ آپ کا قلم رواں بھی ہے اور توانا بھی یہی وجہ ہے کہ آپ جس موضوع پر اظہار خیال فرماتے ہیں قلم براشتہ اور بے تکلف تحریر فرماتے ہیں۔ لیکن بڑے سلیقے اور نظم وضبط کے ساتھ دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ علمِ تفسیر، علوم قرآن، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم معانی وبیان، ہیئت، مربعات، علمِ جفر، عقائدوکلام، جبر، فلسفہ، منطق، صرف، نحو، تصوف، تاریخ، ادب، لغت، توقیت، حساب، ہئیت، ہندسہ، تجوید و قرأت اور فن کتابت وخطاطی جیسے علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر برصغیر پاک وہند وبنگلہ دیش کے علاوہ سری لنکا، عراق، مصر، شام، جنوبی افریقہ، انگلستان وغیرہ میں متعدد تبلیغی اوراصلاحی اسفار کئے اورلاکھوں گمگشتگانِ راہ کو راہِ ہدایت پر گامزن کیااورراہِ طریقت کے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل کرنے کااعزاز حاصل کیا۔ یورپی ممالک کے اپنے دوروں میں آپ انگریزی زبان میں تقریر فرماتے ہیں عرب اورافریقی ممالک میں تقریر کی زبان عربی ہوتی ہے۔

حضرت تاج الشریعہ کی ذات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اتنے کمالات ظاہری اور باطنی بھر دیئے ہیں کہ ان کی ذات فی نفسہٖ مجموعۂ کرامات بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں حسن جمال میں یکتائی کے ساتھ اخلاق حسنہ اوراستقامت علی السنۃ ایسی خوبیاں جمع فرمادی تھیں کہ ان کے چہرۂ زیباپر نگاہ پڑتے ہی لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل ہوجاتے اورزبانیں اللہ اللہ اور سبحان اللہ کے ورد میں مشغول ہو جاتیں۔ بدعقیدگی کی گرد چھٹ جاتی اورآدمی آپ کے دست حق پرست میں ہاتھ دیکر بیعت کرلیتا اور توبۂ استغفار کے ساتھ راہِ تقویٰ پر گامزن ہوجاتا۔ دعوت و تبلیغ موعظت بالحکمۃ تھی یہی وجہ ہے کہ ہزاروں مشرکین آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ عبادت وریاضت اور خشیت الٰہی اور عمل بالسنۃ کا یہ عالم کہ کسی حال میں نماز قضانہیں ہوئی اور فرائض واجبات اور مستحبات کے ساتھ اداہوتی۔ حکمت ودانائی کے ساتھ فلاح واصلاح امت کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ ایسی شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ آپ کے روحانی کمالات اور کرامات لاتعداد ہیں، لیکن آپ کی سب بڑی کرامت یہ تھی کہ حضر وسفر میں آپ کے ساتھ رہنے والے علماو خدام نے کبھی کوئی خلاف سنت عمل کرتے نہیں دیکھا ایک کامل ولی کی یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ موجودہ دور میں ان صفات محمودہ کی حامل شخصیات نایاب ہوتی جارہی ہیں۔ یہ وہ شخصیات ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی دینِ اسلام کی ترویج واشاعت اور ناموسِ رسالت ﷺ کی حفاظت کے لئے وقف کردی تھی۔

افسوس صد افسوس! کہ افقِ عشق رسول اکرم ﷺ کا یہ اختر تابندہ ونوری ۲۰ جولائی ۲۰۱۸ء کو مکینِ گنبد حضریٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جانب رخ کرکے لحد میں عشق رخ شہ کے داغ کاچراغ لے کراپنے جدِ کریم امام احمد رضاخان نوراللہ مرقدہ کے جوار میں رحمت الٰہی کے سایہ تلے اپنے لاکھوں سوگواران کی نگاہوں کے سامنے روپوش ہوگیا۔ شاید چشمِ فلک یہ منظر کبھی نہ دکھاسکے کہ اچانک لاکھوں لاکھ سوگواران جنازہ کی سسکیوں کے درمیان ان کے جدِامجد کی ایک نعت کے اس شعر کی گونج سنائی دینے لگی:

عرش پر دھومیں مچی وہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اور ردِ بدعات و منکرات

عتیق الرحمٰن رضوی (نوری مشن، مالیگاؤں)

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ہے، آپ کی دینی، علمی، تبلیغی، اصلاحی اور فقہی خدمات کا دائرہ عالم اسلام میں پھیلا ہوا ہے، آپ نے عرب و عجم میں مسلک حق مسلک اہل سنت و جماعت کی اشاعت و کام یاب ترجمانی کی، آپ کی خدمات کو عرب و عجم یورپ و افریقہ کے مقتدر علما و مشائخ نے سراہا، اور مانا۔ آپ کی خداداد مقبولیت کا اندازہ آپ کے وصال پُر ملال پر شہر بریلی میں انسانی سروں کے سیلِ رواں سے لگانا کوئی مشکل امر نہیں، دنیا بھر میں آپ کی یاد میں تعزیتی اجلاس، مجالس ایصال ثواب اور آپ کی رحلت پر پیغامات کے جاری سلسلے سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپ نہ صرف برصغیر ہند و پاک کی عوام و خواص میں مقبول تھے، بلکہ ایک عالم آپ کا معتقد و گرویدہ تھا۔

آپ نے تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں دنیا بھر کے بیشتر ممالک کا دورہ کیا، اور ہر جگہ احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا، جب جہاں کوئی غیر شرعی عوامل ہوتا دیکھا بلا خوف لومۃ لائم، اپنے بیگانے کی پرکھ سے پرے شرعی حکم واضح فرما دیا اس سلسلے میں خود فرماتے ہیں:

"ہمارے دین میں سب سے بڑی بات اور دین کا رکنِ اعظم جو ہے وہ دو بات ہے: الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ اللہ کے لیے محبت اور اگر کسی سے نفرت ہے تو اپنی ذات کے لیے نہیں، دنیا کے لیے نہیں، اپنے بھائی کے لیے نہیں، اپنے باپ کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے لیے۔ اگر کسی سے نفرت ہے، اُس سے دشمنی ہے تو اللہ کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ و رسول کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو اللہ و رسول کا دوست ہے اگرچہ اُس کا مجھ سے خون کا رشتہ نہیں وہ میرا دوست ہے۔ وہ میرا ہے۔

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جاں اولاد سے پیارا

ہاں۔ اور اگر رسول کا نہیں ہے تو میرا باپ ہے تو میرا نہیں ہے۔ میرا بیٹا ہے تو میرا نہیں ہے۔ میری بیوی ہے تو میری نہیں ہے۔ میرا بھائی ہے تو میرا نہیں ہے۔ میرا خاندان ہے تو میرا نہیں ہے۔ اگر فرض کر لو ساری دنیا رسول کی دشمن ہو جائے تو یہ ساری دنیا میری نہیں ہے۔"

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "غوثِ اعظم" غیر مطبوعہ)

ذیل میں حضور تاج الشریعہ کے چند خطبات سے ردِّ بدعات و منکرات کے حوالے سے کچھ مشمولات درج کیے جاتے ہیں، جس سے آپ کی حق گوئی و بے باکی، غیر شرعی عوامل کی مخالفت، ابطالِ باطل نیز اُمّتِ مسلمہ کے اصلاحِ افکار و اعمال میں آپ کی فکر کا پتہ چلتا ہے۔

سنو چپ رہو:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کسی موقع سے "ذکرِ الٰہی" کے زیر عنوان آیۂ کریمہ "فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔" کے حوالے سے خطاب فرما رہے تھے، ابھی خطاب شروع ہی کیا تھا، بعد خطبہ آیت درود: "ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی۔ یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔" پڑھ رہے تھے، جوں ہی "یصلون علی النبی" پر پہنچے مجمع نے بلند آواز سے "حق نبی ﷺ" کا نعرہ بلند کیا، حضرت نے فوراً گرفت فرمائی:

"بھئی یہ بہت بری رسم ہے۔ قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور اس وقت آپ لوگ شور مچا دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بے شک برحق ہیں۔ لیکن تلاوت کے دوران جہاں

کہیں حضور کا نام آئے دل میں درود شریف پڑھیے۔ دل میں آپ نبی کا نعرہ لگائیے۔ اس سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن قرآن کریم کی تلاوت کے دوران چپ رہنا فرض ہے اور خاموشی سے سننا فرض ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔
(سورۃ الأعراف، آیت ۲۰۴)

"اے لوگوں جب قرآن کریم کی تلاوت کی جائے تو چپ ہو کر اُس کو سنو، خاموش رہو اُس کی تلاوت کے دوران۔ تا کہ تمہارے اوپر رحمت ہو۔"

(ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ذکر الٰہی" غیر مطبوعہ)

ایسا ہی ایک واقعہ غالباً ۱۹۹۰ کی دہائی میں حیدرآباد پاکستان کے ایک جلسۂ عام میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ خطاب فرما رہے تھے تب ہوا، حضرت آیت درود پڑھ رہے ہیں اور مجمع نے "حق نبی ﷺ" کا نعرہ لگا دیا، اس وقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے حدیث پاک "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان۔" (جو تم میں سے کوئی بُری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے' ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی قدرت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے اس کو منع کرے' بدل دے اور زبان سے اس منکر کو بدل دے' اگر اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو اسے دل سے بُرا جانے۔) اس موضوع پر تمہید باندھی اور دیگر احادیث مبارکہ کی روشنی میں اصلاح امت کے حوالے سے روشنی ڈالی اور پھر "مسئلہ نعرہ حق نبی ﷺ" یعنی دورانِ تلاوت کلام پاک خاموشی اختیار کرنے پر علمی، دلائل و براہین سے گفتگو فرمائی، اسی مجلس میں ایک صاحب بھی تشریف رکھتے تھے، جنہوں نے اس گرفت پر اعتراض کیا اور اپنے اشکال سیدی سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کو بذریعہ خط بھیجا، اس کے بعد جواب اور جواب الجواب میں حضرت نے جو گفتگو فرمائی، وہ "سنو چپ رہو" کے عنوان سے زائد از ۱۰۰ صفحات پر مشتمل کتابی شکل میں پہلے پاکستان سے چھپتی رہی اور پھر ہند سے بھی چھپ کر مقبول ہوئی، جس میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے دلائل و براہین سے تلاوت کلام سننے کے دوران خاموشی کو ثابت کیا ہے۔ دل تو چاہتا ہے پورا خطاب اور معترض کے ازالہ اشکال میں آپ کے مدلل جواب کو مکمل ضبط تحریر کر دوں مگر خوفِ طوالت دامن گیر ہے، علمی تشنگی کی سیرابی کے لیے کتاب "سنو، چپ رہو" کا مطالعہ کریں۔

اختیارات انبیاء و محبوبانِ خدا کے منکرین کا علمی ردّ:

انبیائے کرام و رسولانِ عظام اور محبوبان خدا کے اختیارات کے منکرین اور گستاخانِ رسول کا سنجیدہ ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔اور ہم نہیں زندہ رہتے ہیں، ہم زندہ رہتے ہیں تو ہمارے طفیل وہ بھی زندہ رہتے ہیں جو نبی کو مُردہ کہتے ہیں، جو اولیاء کو مٹی کہتے ہیں۔ سنو۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے، میں نہیں کہتا! درود شریف سناؤ--اللهم صل على سيدنا و شفيعنا وحبيبنا و كريمنا و مولانا محمد معدن الجود والكرم وآله وصحبه وبارك وسلم ۔--میرا قرآن، اللہ کا قرآن اپنے حبیب کے لیے کہہ رہا ہے وما كان ليعذبهم وانت فيهم۔ اے رسول! اگلی دنیا والوں کو، امتوں کو کس لیے، کس وجہ سے نیست و نابود کر دیا گیا کہ اُن کا آج تک کوئی نام لینے والا نہیں ہے، نام و نشان نہیں ہے۔ ہاں۔ نام و نشان نہیں ہے۔ ہزاروں بار میں کبھی ایک مرتبہ اُن کا نام آجاتا ہے وہ بھی ایسا ہی گزرتا ہوا۔ کبھی کتابوں میں نظر پڑ جاتا ہے اُن کا قصہ وہ بھی گزرتا ہوا۔ اللہ اکبر۔ نام و نشان باقی نہیں ہے۔ کیوں نہیں نام و نشان باقی ہے؟ انہوں نے محبوبانِ خدا، انبیاء اور رسولانِ عظام کی شان میں گستاخیاں کیں تو اُن کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ اگلی امتوں کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ لیکن اے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم عالمین کے لیے رحمت ہو، سب جہانوں کے لیے رحمت ہو۔ ہاں۔ تو اب اللہ اکبر۔ تمہاری رحمت کا دامن ایسا وسیع ہے کہ مسلمانوں پر تو رحمتِ خاص ہے لیکن کافر پر بھی ایک

رحمت کا جلوہ ہے وہ یہ ہے کہ گستاخیاں کریں، فضل روکیں، نقص کے جویاں رہیں۔ ہاں۔ اور تمہاری شان گھٹانے کے درپہ رہیں تو تمہاری شان تو گھٹ نہیں سکتی۔ لیکن تم رحمتِ عام ہو تو اُس کا یہ فیض ہے کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اللہ اُن کو، کافروں کو دنیا میں ہلاک و برباد نہیں کرے گا، اُن کا استیصال نہیں فرمائے گا، وانت فیھم۔ جب تک تم اُن کے بیچ ہو۔ ہاں۔ میرے رسولِ کریم، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا سے چلے گئے تو کہنے والوں نے کہہ دیا کہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ ہاں۔ تو قرآن نے کہا کہ تمہارے منہ میں خاک ہے۔ اگر وہ مر کر مٹی میں مل جاتے تو کوئی یہ کہنے والا نہیں رہتا۔ لیکن آج بھی دنیا پر ناشکرے بستے ہیں۔ کافر بستے ہیں۔ آج بھی دنیا پہ مومن و کافر بستے ہیں۔ مومن بھی بَستا ہے کافر بھی بَستا ہے۔ تو یہ دنیا کی زندگی سب کے لیے عام ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ کیوں بستا ہے۔ کہ انت فیھم اس لیے کہ تم موجود ہو۔ ہاں۔ تم موجود ہو تو یہ موجود ہیں تم نہ ہوں تو یہ نہیں ہوں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہے وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''ذکرِ الٰہی'' غیر مطبوعہ)

اسی خطاب میں ایک حدیث شریف کے حوالے سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا تو اسی حدیث پاک کی روشنی سے فضائل صدیق اکبر بیان کرتے ہوئے، منکرینِ افضلیتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تو جو اپنے غلاموں کو ایسا مرتبہ دلا دے کہ اُن کی عظمت اور اُن کی حقیقت ہم تم جیسے کروڑوں نہ جان سکیں تو پھر اُس کی عظمتوں کا کیا عالم ہو گا۔ اُن کی عظمت اور اُن کی حقیقت کو کون جان سکتا ہے۔ میرے سرکار نے فرمایا تو بے شک حق فرمایا اور ہمارا تمہارا ایمان ہے کہ ''یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی''۔ اے ابو بکر! میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے اور کسی نے نہیں جانا۔ وہ ابو بکر تھے تو اُن کو خاص کر کے فرمایا تو اِس حدیث سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت معلوم ہوئی۔ اللہ اکبر۔ نہیں جانا میری حقیقت کو۔ ارے اِس عدمِ علم میں اور حقیقت کو جاننے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تو تھے، تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ کسی کو مخاطب فرما لیتے۔ اور اگر تخصیص نہیں تھی تو سبھی کو مخاطب فرما سکتے تھے، اے صحابہ!۔ یہ خاص ابو بکر کو خاص کیا کاہے کے لیے؟ کہ ابو بکر کا تمام صحابہ پر اور تمام امت پر وہ مرتبۂ خاص ہے کہ جس مرتبے کو کوئی امت نہیں پہنچ سکتی۔ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق۔ کیسے ہیں؟ تمام انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں بالتحقیق افضل ہیں۔ اور ایسے افضل ہیں کہ جو انہیں افضل نہیں مانے وہ مسلمان ہی نہیں۔ اللہ اکبر۔ تو یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ہے کہ وہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاص راز داں ہیں۔ اور اُن کی نبوت کے خزانوں کے خاص محرم ہیں اور خاص امین ہیں کہ اُن کے مرتبے کو اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''ذکرِ الٰہی'' غیر مطبوعہ)

اسی طرح ایک تقریر میں یا ایھا الذین آمنوا کے حوالے سے گفتگو فرما رہے ہیں، اور اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے علمی گوہر لٹا رہے ہیں کہ کون اس آیہ مبارکہ کی تفسیر کا مصداق ہے اور کون ان خطابات کا مخاطب ہے۔ تفسیر و تفہیم کرتے ہوئے سیدی سرکار تاج الشریعہ علمی انداز سے وسیلہ و فضائل اولیاء کے منکرین کا ردّ فرما رہے ہیں:

''اور ہمیں اُسی نے یہ کلمہ دیا کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تو اِس کلمے نے ہم کو بتایا کہ اللہ کو ایک بغیر محمد رسول اللہ کے نہیں جان سکتے۔ اللہ کے ایک ہونے کا دعویٰ کرو اور یہ کہو کہ اللہ ایک ہے یہ دعویٰ تم سے اُس وقت قبول کیا جائے گا جب محمد الرسول اللہ کہو گے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تو اِس سے کیا پتہ لگا؟ کہ یا ایھا الذین آمنوا۔ جہاں جہاں قرآن میں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس سے کن لوگوں کو خطاب کیا ہے؟ اُن

لوگوں کو خطاب کیا ہے جو مصطفیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اور جو وسیلے پر ایمان رکھتے ہیں اور جنہوں نے مصطفیٰ کے وسیلے سے ایمان لیا ہے اور جو مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایسے انسان ہیں کہ ساری مخلوق سے ''یہ'' افضل ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ یہ ایسے انسان ہیں کہ سارے انسانوں کو عزت اور عظمت جو ہے انہیں کے وسیلے سے ملی ہے تو وہی لوگ یا ایھا الذین آمنوا کے مصداق ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنھیں کو مخاطب کیا ہے کہ یا ایھا الذین آمنوا۔ اے ایمان والو! تو یہاں سے مجھے کیا اب بتانے کی ضرورت ہے کہ یا ایھا الذین آمنوا سے کون مُراد ہوئے؟ وہ مُراد ہوئے جو اہل سنت والجماعت ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت والے ہیں۔ جو غوث والے ہیں اور جو اولیائے کرام کے نیاز مند ہیں۔ یہ اولیاء کرام۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو کس لیے مقرر کیا؟ ہم اِن کو کیوں مانتے ہیں؟ ہم اِن کو اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ یہ بڑے خوب صورت تھے۔ اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ یہ بڑے مالدار تھے۔ اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ یہ بڑے جاہ وحشم والے تھے۔ ہم اِن کو اِس لیے مانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو اِس لیے چُنا کہ دین کا نقش اور ایمان کا نقش یہ ہمارے دلوں میں مستحکم کرتے ہیں مضبوط کرتے ہیں اور اس نقش کو جماتے ہیں اور اللہ والا ہم کو بناتے ہیں۔ اسی لیے ہم اُن کو مانتے ہیں تو جو اولیاء کے ماننے والے ہیں وہی یا ایھا الذین امنوا کے مصداق ہیں۔

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سُنی تھی چراغ لے کے چلے''

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''ایمان کی جان'' غیر مطبوعہ)

نسبتِ مصطفیٰ ﷺ کے منکرین کا ردّ:

اسی طرح ایک خطاب میں نسبتِ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علم غیب کے منکرین کا علمی ردّ فرماتے ہیں، تمہید میں کلمہ طیبہ کی تفسیر وتفہیم کے بعد آیتِ قرآنیہ سے نسبت سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ''۔

(سورۃ الزخرف: آیت ۶۷)

قیامت کے دن یہ دوست بھی، دوستی کرنے والے اور بدمذہبوں سے دوستی کرنے والے، کفار سے دوستی کرنے والے اور شریعت کے بغیر دوستی کرنے والے یہ سب جو ہے آپس میں دشمن ہو جائیں گے۔ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ لیکن جو اہل سنت والجماعت ہے، جو مصطفیٰ کے علمِ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں اُن کی دوستی، اُن کی نسبت آپس میں بھی قائم رہے گی اور مصطفیٰ سے ایسی قائم رہے گی کہ اُس کو کوئی نہیں کاٹ سکتا ہے۔ میرے سرکار نے فرمایا کل سبب و نسب منقطع الا سببی و نسبی۔ ہر سبب اور نسب جو ہے وہ منقطع ہو جائے گا لیکن میری نسبت کبھی منقطع نہیں ہو گی۔''

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ'' غیر مطبوعہ)

مغربی بدعات سے اجتناب:

ایک تقریر میں اصلاحِ فکر و اعمال کرتے ہوئے حاضرین و سامعین کو اتحاد اہل سنت کی اہمیت اور مغربی تہذیب وتمدن سے نفرت کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لہٰذا ہمارا آپ کو یہی کہنا ہے اس مختصر گفتگو میں کہ اِس مسلک پر آپ لوگ سختی سے قائم رہیں۔ اور اِس مسلک پر قائم رہتے ہوئے سُنّی سُنّی آپس میں متحد رہیں۔ اور سُنّی سُنّی دینِ حق پر قائم رہتے ہوئے مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کا احیاء فرمائیں، اُن کی سنت کو زندہ کریں۔ اور مغربیت کی لعنت، جو لوگ westernized ہو گئے ہیں کہ آج آپ بھی دیکھ رہے ہیں کہ نام کا مسلمان، آج انگریز نے، امریکہ نے، برطانیہ نے، یہودیوں نے اور کرسچنز نے آپ سے کون سی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کی اُس نے باقی رکھی ہے؟ اور اُس نے اِس طور پر اپنے کلچر کو مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ دیکھیے تو ہر شخص عیسائیوں کی صورت پر نظر آتا ہے، لوگ ٹائی

باندھے ہوئے ہیں، سروں پر ٹوپیاں نہیں ہیں، نماز بھی اسی انداز میں پڑھ لیتے ہیں۔ تو میرے سرکارِ ابد قرار، جنابِ احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا قُرب چاہتے ہو اور اُن کی محبت چاہتے ہو اور اُن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ چاہتے ہو کہ اِس دنیا میں بھی سرخرو رہو اور اُس عالم میں سرخرو رہو تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کی یہ وصیت یاد رکھو کہ انہوں نے فرمایا کہ اِس امت کے آخری لوگ جو ہیں وہ اُسی طور پر سدھریں گے اور اُسی طور پر اُن کی اصلاح ہو گی جس طور پر امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی تھی۔ لہٰذا آپ کو یہ ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا احیاء کیجیے۔ اپنی صورت، اپنی سیرت شریعت کے دائرے کے مطابق بنائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا احیاء کیجیے اور دوسروں کی مشابہت سے اور دوسروں کے جیسی شکل بنانے سے پرہیز کیجیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا حشر جو ہے محمد الرسول اللہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چاہنے والوں میں ہو تو آپ کو یہ کرنا ہوگا۔"

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ذکرِ مصطفیٰ ﷺ" غیر مطبوعہ)

بے مثال نبی ﷺ کے منکرین کا ردّ:

ایک موقع پر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار:

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

کو موضوعِ سخن بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توصیف وثناء بیان کر رہے ہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وجود مبارک کو بے مثل و بے مثال ثابت کر رہے ہیں، نبی پاک ﷺ کے بے مثل ہونے کے منکرین کا علمی ردّ دلائل و براہین سے کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے مذکورہ بالا اشعار کی تفہیم کے ساتھ ساتھ نظریاتِ باطلہ کا ردّ بھی کر رہے ہیں:

"یہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کی -سر سے لے کر کے اپنے قدم تک شان کا مظہر ہیں۔ اللہ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور اللہ کی ذات وصفات کا آئینہ اِن کا سراپا ہے۔ سر سے لے کر قدم تک یہ اللہ کی ذات کا آئینہ ہے۔ تو اب نتیجہ کیا نکلا؟ بالکل سمپل (Simple) ہے کہ اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ۔ یہ انسان تو ہیں لیکن ایسے انسان ہیں کہ اِن جیسا انسان کوئی نہیں اور انسان کے روپ میں اگر یہ نہ آتے تو انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو عظمت اور جو شرف اور جو عزت اور جو اُس کے مرتبے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑھائے ہیں اور جو اُس کو درجے دیے ہیں یہ کچھ انسان کو ملنے والا نہیں تھا۔ یہ ساری عزت انسان کی اور یہ سارے درجات اور ساری عظمت انسان کی اس وجہ سے ہے کہ انسان کے روپ میں "یہ" آگئے۔ قرآن تو ایمان بتاتا ہے اِنھیں۔ کلمے کی بولی ہے۔ قرآن کا عقیدہ ہے۔ کیا ہے؟ کہ اِن پر ایمان لاؤ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ محمد رسول اللہ سے صاف ظاہر ہوا کہ جب تک محمد رسول اللہ نہ مانوگے۔ محمد رسول اللہ نہ کہوگے ایمان نہیں ہوگا۔ قرآن نے بھی یہی پیغام دیا کہ جب تک اِن پر ایمان نہیں لاؤگے اللہ والے نہیں بنوگے۔ اور یہی کلمے نے بھی پیغام دیا کہ جب تک اِن پر ایمان نہیں لاؤ گے اللہ والے نہیں کہلا سکتے۔ لا الہ الا اللہ والے نہیں کہلا سکتے۔ قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں اور ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ۔ تو قرآن سے تو ہم کو یہ معلوم ہوا کہ اِن پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور ہمارے وِجدان نے اور ہمارے جو Spiritual Sentiments ہیں اور جو ہمارا Belive ہے اور جو ہمارا Faith ہے جو ہمارا ایمان ہے اُس نے ہم کو یہ بتایا کہ ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ۔ ایمان یہ پکار پکار کر کر کے کہہ رہا ہے کہ یہ میری جان ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو ایمان نہیں ہوتا۔۔۔"

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "ایمان کی جان" غیر مطبوعہ)

منکرین مختار نبی ﷺ کا ردّ:

سرکار غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی شان میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کی ولایت وفضیلت پر گفتگو فرمائی اور آپ

کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ کے اختیارات کے منکرین کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

"تو دشمنوں نے بھی اُن کے امین ہونے کی گواہی دی اور صادق الوعد ہونے کی گواہی دی۔ اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے سچے ہونے کی گواہی دی یہ تو بڑھ کر کے، اُس سے بڑھ کر کے یہ بات ہے۔ تو اُن کی بات کو کوئی کاٹ نہیں سکتا ہے۔ اور دنیا بدل جائے، زمین پھٹ جائے، اور پھٹ کے رہے گی اور آسمان پھٹ جائے اور پھٹ کر کے رہے گا، لیکن اُن کی بات اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتی ہے۔ اِس لیے کہ اُن کی بات کیا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

اور اُن کی بات کیا ہے؟ سبحان اللہ! بات جو ہے وہ کُن کا کلمہ ہے۔ کُن کے کلمے کی بات کیا ہے کہ اللہ نے فرمادیا ہو جا تو ہو کر کے رہتا ہے۔ تو میرے نبی کی بات بھی یہ ہے کہ جو کہہ دیا وہ ہو کر کے رہتا ہے۔ اُس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "غوثِ اعظم" غیر مطبوعہ)

منکرینِ تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ کا ردّ:

"اچھی بدعت" کے زیر عنوان اپنی مخاطبت میں آقا ﷺ کے فضائل اور تعظیم و توقیر کے منکرین کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضور کا ذکر جو ہے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر ہے اور حضور کی تعظیم جو ہے وہ اللہ کی تعظیم کے لیے شرط ہے۔ اس لیے کہ لا الہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ ہرگز تنہا قبول نہیں ہے جب تک کہ محمد الرسول اللہ نہ کہا جائے۔ تو محمد الرسول اللہ کہا تو یہ معلوم ہوا کہ حضور کا نام شرطِ ایمان ہے، حضور کا نام شرطِ ذکر ہے، اور حضور کا نام جو ہے وہ شرطِ عبادت بھی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کا نام جب شرطِ عبادت ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عینِ عبادت میں حضور کی تعظیم کو فرض کیا۔ اپنی عینِ عبادت میں حضور کی تعظیم کو فرض کیا کہ اگر حضور کی تعظیم نہیں ہو گی تو نہ ایمان ہو گا، نہ ذکر ہو گا، نہ اللہ کی محبت ہو گی، نہ اللہ کی معرفت ہو گی نہ اللہ کی عبادت ہو گی، نہ اللہ کی تعظیم ہو گی۔ کچھ نہیں ہو گا۔ یہ ایک ہوا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ کیا ہے کہ ہمارے سرکار، اللہ کے رسول جیسے کل زندہ تھے ویسے ہی آج بھی اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں کہ نہیں ہیں؟ تو محمد الرسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں کہ تھے؟ ہاں۔ تو کلمے سے پتہ لگ رہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ کلمہ جو ہے یہ بتارہا ہے کہ ایمان اُنہیں لوگوں کا ہے، دین اُنہیں لوگوں کا ہے اور کلمہ اُنہیں لوگوں کا ہے اور اہلِ کلمہ وہ ہی ہیں جو اِس عقیدے کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہیں کہ ہمارا رسول جو ہے وہ زندہ ہے۔ ہمارا رسول کیا ہے؟ زندہ ہے۔ اور ہمارا رسول اِس شان سے زندہ ہے کہ وہ کل بھی اللہ کا رسول تھا، آج بھی وہ اللہ کا رسول ہے، اور آج بھی وہ زندہ ہے اور قیامت تک وہ زندہ رہے گا:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھُپ جانے والے

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "اچھی بدعت" غیر مطبوعہ)

بدمذہبوں سے اتحاد کا ردّ:

ایک جلسہ عام سے خطاب کے بعد سیدی سرکار تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کے جم غفیر کو داخل سلسلہ فرمایا، بعد بیعت کی غرض و غایت سے متعلق کچھ ناصحانہ گفتگو فرمائی جس میں اتحاد اہل سنت کے حوالے سے حاضرین کو تلقین فرمائی اور بدمذہبوں سے اتحاد کرنے والوں کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تقریر بھی ہو گئی۔ آپ لوگ بیٹھ جائیے۔ اور یہ جو کام ہوا حاصلِ تقریر ہے۔ ہر تقریر اور مجمع کی غرض و غایت یہی ہے جو ابھی آپ کو پڑھوایا گیا۔ اور ہمارے اور آپ کے ملنے جلنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ پڑھ کر کے ہم نے اللہ و رسول سے جو عہد کیا ہے اُسی عہد کو ہم یاد رکھیں اور اُس کی تجدید اور اُس کی یاد دہانی ایک دوسرے کو کراتے رہیں۔ چنانچہ آپ

کو اُسی عہد کی یاد دہانی کرادی گئی تجدید کرادی گئی۔ مذہبِ مہذّب اہلِ سنت والجماعت یہی سچا مذہب ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو اللہ و رسول تک پہنچانے والا ہے اور ہماری اور آپ کی زندگی کا دُنیا میں آنے کا اور دنیا میں رہنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہم اللہ کو پہچانیں اُس کے رسول سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے اور بزرگانِ دین کے وسیلے سے اللہ والے ہوں اور شیطان سے اور شیطان کے راستوں سے بچیں۔ سورۂ فاتحہ میں جو ہم کو دُعا سکھائی گئی ہے وہ دُعا بھی یہی ہے کہ اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ کن کا راستہ؟ جن پر تو نے اپنا احسان فرمایا۔ اور اُن کے راستے سے ہم کو بچا جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور جو بھٹک گئے راستے سے بھٹک گئے ہم کو اُن کے راستے سے، اُن کے اخلاق سے، اُن کے کردار سے اور اُن کی صحبت سے اُن کے ساتھ نشست و برخاست سے ہم کو دور رکھ۔ یہی دُعا جو ہے، یہ سورۂ فاتحہ میں۔ اور دُعا کے پیرائے میں ہمارے لیے یہی تعلیم ہے اور یہی ہمارے لیے نسخہ کامیابی ہے اور نسخہ کیمیا ہے۔ تو ہماری اور آپ کے ملنے جلنے کی یہی غرض و غایت ہے کہ ہمارا رشتہ اور ہماری نسبت اُس سے ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نہیں ہے اُن کے دین پر نہیں ہے تو ہمارا اُس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اور سچا اتّحادِ ملت جو قرآن کی روشنی میں ہے وہ یہی ہے۔ آج جھوٹا اتّحادِ ملّت جو ہے گھڑا جاتا ہے اور جھوٹے اتّحادِ ملت کی دعوت دی جاتی ہے جس میں وہابی اور رافضی اور قادیانی اور تمام بدمذہبوں کو سنیوں سے ملا کر کے ایک کونسل بنائی جاتی ہے یا کوئی ادارہ بنایا جاتا ہے یا کوئی تنظیم بنائی جاتی ہے اور اُس کا نام اتّحادِ ملت رکھ دیا جاتا ہے یا منہاج القرآن رکھ دیا جاتا ہے یا جمہورِ ملیّ کونسل نام رکھ دیا جاتا ہے۔ سچا اتحادِ ملّت یہی ہے کہ سُنّی سُنّی ایک ہوں۔ مصطفیٰ کے غلام آپس میں ایک ہوں۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے اور یہی اعلیٰ حضرت کی تعلیم ہے۔ یہی تمام بزرگانِ دین کی تعلیم ہے۔ اور یہی جو ہے

ہمارے لیے اور آپ کے لیے کامیابی کا ضامن ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہی جماعت رضائے مصطفیٰ ہے۔ جس جماعت کو رضائے مصطفیٰ حاصل ہے وہی اہلِ سنت کی جماعت ہے۔ وہ صحابہ کی جماعت ہے۔ تابعین کی جماعت ہے۔ غوثِ اعظم کی جماعت ہے۔ مارہرہ والوں کی جماعت ہے۔ آلِ رسول کی جماعت ہے۔ شاہ برکت اللہ کی جماعت ہے۔ نوری میاں کی جماعت ہے۔ اعلیٰ حضرت کی جماعت ہے۔ مفتیٔ اعظم کی جماعت ہے۔ سنیوں کی جماعت ہے اور جس مجمع میں سُنّی اور غیر سُنّی کو ملا کر جو اتّحادِ ملت کہا جاتا ہے وہ اتّحادِ ملّت نہیں ہے بلکہ یہ سمجھ لیجیے کہ سُنّیوں میں سے کاٹ کر کے اور دوسروں کے بھاڑ میں جھونکنا ہے تو وہ اتّحاد جو ہے نہ کبھی چلا ہے نہ کبھی چل سکتا ہے۔ نہ وہ کونسل جو بنی ہے نہ وہ کبھی کامیاب ہوئی ہے نہ وہ کبھی کامیاب ہو سکتی ہے۔ جو اُن کے پاس جائے گا اپنی شناخت کھو بیٹھے گا۔ اور جو اُن سے الگ رہے گا اُس کا رابطہ، اگر وہ ایک ہے تو وہ انیک ہو گا۔ اگر وہ ایک ہے تو وہی اُمّت ہو گا۔ اگر وہ ایک ہے تو وہی جماعت ہو گا۔ اور ساری دُنیا کو دعوت ہو گی کہ اُس ایک کے پیچھے چلے۔ اور آج تو الحمد للہ! ہماری اکثریت ہے۔ تو ہمیں اُن بدبختوں کی کیا ضرورت ہے؟ اُن کی ہمیں کیا ضرورت ہے؟ جو دشمنانِ مصطفیٰ ہیں، جو دشمنانِ خدا ہیں ہمیں اُن کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو یہ میں نے آپ کو چند کلمات پڑھا دیے یہی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی تعلیم ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ و رسول کی حفاظت ہے اللہ و رسول کا ذمّہ ہے اور اللہ و رسول نے اُنھیں کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہے آخرت میں اور دنیا میں۔ یہ عیش جو ہے دنیا کا عیش چند روزہ ہے۔ وہ تو ہماری سرکار کے صدقے میں اور سرکار کے وسیلے سے ہمارے صدقے میں اوروں کو بھی ملا ہے۔ لیکن یہ قبر کی لذّت اور قبر کا عیش اور حشر کا عیش اور جنت کا عیش جو ہے وہ کس کے لیے ہے؟ وہ اُس کے لیے جو غلامِ مصطفیٰ ہے۔ جو جماعت رضائے مصطفیٰ ہے اُس کے لیے ہے اور اُسی کے لیے میرے سرکار کی بشارتیں

ہیں۔ید اللہ علی الجماعۃ۔ اللہ کا دستِ قدرت جو ہے وہ جماعت پر ہے۔ کون جماعت؟ وہ جماعت نہیں جس کو آدمی اپنے منہ سے جماعت کہے وہ جماعتِ اسلامی ہو تو وہ جماعتِ اسلامی نہیں ہو سکتی۔ تبلیغی جماعت ہو تو تبلیغی جماعت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مصطفیٰ ﷺ نے جس کو جماعت کہہ دیا وہ چاہے اپنے آپ کو جماعت کہیں نہ کہیں وہ خدا والی جماعت، وہ رسول والی جماعت، غوث والی جماعت ہے۔ تو جو اِس جماعت کے جھنڈے کے نیچے آپ لوگ رہیے۔ ان شاء اللہ ہمارا اور آپ کا حشر جو ہے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی جماعت میں ہو گا۔

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "اتحاد" غیر مطبوعہ)

نسب پر بے جا فخر کرنے والوں کا ردّ:

اکتوبر ۱۹۹۲ میں سرزمینِ مالیگاؤں پر "سوادِ اعظم" کے زیر عنوان خطاب کرتے ہوئے حسب و نسب پر بے جا فخر کرنے والوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔ آج تو یہ کیا جا رہا ہے، نسب پر تو فخر کرنا جو ہے وہ ہمارے دین نے نہیں سکھایا۔ رسول اللہ ﷺ سے جس کا نسب ہے جس کا نسب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے صحیح و متصل ہے اور اُس کی دینی نسبت جو ہے سلامت ہے رسول اللہ سے عقیدت کی نسبت ایمان کی نسبت سلامت ہے تو وہ ہمارا سر تاج ہے ہمارا سرکار ہے لیکن نسب پر فخر و مباہات نہ ہمارے نبی نے سکھائی نہ ہمارے خدا نے سکھائی نہ ہماری شریعت میں یہ بات آئی۔ نسب پر فخر و مباہات جو ہے وہ حرام قطعی ہے۔ اور یہی دیکھا جاتا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ! کہ جہاں پر نسب کی نسبت وہ صحیح و متصل ہے وہاں پر فخر و مباہات کا نام نہیں لیتے۔ یہ ہمارے مارہرہ کے صحیح النسب عالی رُتب ساداتِ کرام ہیں اور یہ ہمارے مخدوم اور سر کے تاج مولانا سید حسینی میاں صاحب ہیں۔ تو جہاں نسب کی نسبتیں مستحکم ہوتی ہیں وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی نسبت اور اُن کے دین کے تحفّظ اور دین کی امانت بھی اُن کو سپرد کی جاتی ہے۔ لہٰذا ساداتِ کرام فخر و مباہات سے بری ہوتے ہیں اُن میں فخر و مباہات کی خوبی نہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہ سے جس کا نسب ہے بہت بڑی بات ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین کی نسبت سلامت ہو۔ اگر دین کی نسبت سلامت ہے تو وہ نسب کی نسبت بھی سلامت ہے۔ میرے سرکار کا جو ارشاد ہے کہ:

کل سبب وحسب منقطع الا سببی وحسبی۔

ہر نسبت، خون کا ہر رشتہ منقطع ہو جائے گا قیامت کے دن، لیکن میرا رشتہ جو ہے منقطع نہیں ہو گا۔" (ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "سوادِ اعظم [اکتوبر، مالیگاؤں]" غیر مطبوعہ)

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کے منکرین کا ردّ:

"جب تابعین کا زمانہ آیا اور گمراہیاں جو ہیں پھیلنے لگیں اور نئے نئے افکار پیدا ہونے لگے تو ائمہ اہلِ سنت والجماعت نے پہچان کے لیے مسلکِ اہلِ سنت، اہلِ سنت والجماعت یہ نام رکھا۔ اِس دین کا نام کیا رکھا؟ اہلِ سنت والجماعت۔ تو مسلکِ اہلِ سنت والجماعت کہلانے لگا۔ ہاں۔ اور اب عالم یہ ہو گیا کہ جو پکے وہابی ہیں وہابی ہونے پر فخر کرتے ہیں کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہابی ہونے پر فخر بھی کرتے ہیں اور بہ بانگِ دُہل وہابی بولتے بھی ہیں لیکن سُنیّوں کو گمراہ کرنے لیے انھوں نے یہ مُہم چلائی کہ سُنّی بن جاؤ۔ میرے اعلیٰ حضرت اِسی لیے تو فرما گئے کہ سب سے مضر تر ہیں یہ وہابی کہ سُنّی بن کے رِجھاتے یہ ہیں لہٰذا اِس طریقے سے زمانۂ قدیم میں یہ دستور تھا کہ اہلِ سنت والجماعت کی دو عظیم شخصیتوں سے پہچان ہوتی رہی۔ حضرت ابو منصور ماتُریدی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہ۔ پہچان کے لیے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جانے لگا اور کہا جا رہا ہے۔ بہر حال یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کو ربِّ کریم کی بارگاہ سے عظیم انعام ملا ہے کہ اُن کے دین کا تعارف اُن کی ذات اور اُن کے شہر سے ہو رہا ہے اور صحیح سچے پکے مسلمان ہونے کی نشانی یہی ہے کہ جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کا حامل ہے اُس کے ایمان میں

ذرّہ برابر کوئی شبہہ نہیں ہو گا ان شاء اللہ۔ ہاں۔ اور اُن لوگوں سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کا نام بھی لیں اور اعلیٰ حضرت کا نام لے کر مسلکِ اعلیٰ حضرت سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کریں۔ تو اعلیٰ حضرت کی کتابوں کا مطالعہ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جو احقاق حق اور ابطالِ باطل فرمایا ہے جن کتابوں سے رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے دین کو خوب ظاہر و باھر کیا ہے اُن کتابوں کا مطالعہ آپ حضرات پر ضروری ہے اور اعلیٰ حضرت کی روش کو اور جو حضرات اِس زمانے میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کے حاملِ ہیں سچے پکے اُن حضرات کی رَوِش کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنانا یہ آپ حضرات کے لیے ضروری ہے۔" (ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "سوادِ اعظم [اکتوبر، مالیگاؤں]" غیر مطبوعہ)

اسی طرح ایک موقع پر بدعتِ حسنہ کی توضیح و تعریف پر خطاب کرتے ہوئے منکرین بدعتِ حسنہ کا علمی رد فرمایا، اسی موقع پر "مسلک اعلیٰ حضرت" کی اصطلاح کے حوالے سے فرماتے ہیں:

" بہر حال مسلکِ اعلیٰ حضرت کی بات چل رہی تھی۔ اور اخیر اخیر میں مختلف مسئلے ابھی آپ نے سنے۔ تو مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے میں یہ کہہ دوں کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت ،یہ کسی نئے دین کا نام نہیں ہے، کہ مسلک اعلیٰ حضرت سننے سے کسی کا ذہن اس طرف جائے کہ یہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نکالا ہوا، اُن کا چلایا ہوا، ایجاد کیا ہوا کوئی مسلک ہے، ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ ہی مسلک ہے جس کا دوسرا نام مسلک اہل سنت ہے۔ اور اگر آپ یوں دیکھیں تو اصل دین جو ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دین ہے۔ اللہ کا دین ہے۔ اور مسلک اہل سنت ہی اس اعتبار سے یہ نئی اصطلاح ہے جو حضور کے زمانے میں نہیں تھی۔ اس اعتبار سے کہ جو چیز حضور کے زمانے میں نہیں تھی اِس کو اگر میں یہ کہہ دوں کہ مسلکِ اہل سنت بھی بدعت ہے تو بے جا نہیں ہے۔ لیکن بدعت کے تعلق سے ہمارا ذہن وہ نہیں ہے جو اہلِ بدعت کا ہے۔ اُن کا ذہن یہ ہے کہ حضور کے زمانے میں جو نہیں ہوا وہ سب کا سب ناجائز، حرام بلکہ شرک۔ تو ہمارا ذہن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے دین نے ہم کو یہ بتایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں جو ہوا اور حضور نے اُس کو مقرر رکھا، حضور کی اجازت سے ہوا، حضور نے اُس کو مقرر رکھا، حضور نے فرمایا یا حضور نے اُس کام کو کیا یا حضور کے سامنے کیا گیا یا حضور کو اُس کی اطلاع ہوئی اور حضور اُس پر خاموش رہے، یہ سب کا سب جو ہے وہ حضور کی حدیث ہے۔ اور یہ سب کا سب حضور کی اجازت کے تحت داخل ہے۔ اب اس میں آخری بات یہ کہ جس پر حضور خاموش رہے، اور حضور خاموش رہے جس سے حضور نے منع نہ فرمایا تو حضور کی اجازت کے تحت داخل ہے۔ تو زمانہ جو ہے حضور کا، وہ بھی زمانہ تھا جب حیاتِ ظاہری میں تھے۔ اور آج زمانہ کس کا ہے؟ یہ زمانہ بھی حضور ہی کا ہے۔ یہ زمانہ بھی جو ہے وہ حضور ہی کا ہے۔ یہ اوروں کا ذہن ہو گا، اُن کے یہاں یہ تقسیم ہوگی کہ وہ زمانہ حضور کا تھا یہ زمانہ حضور کا نہیں ہے۔ لیکن ہم اہلِ سنت والجماعت کا یہ ماننا ہے اور ہمارا ایمان ہے اور ہمارے ایمان کی آواز ہے کہ ہر زمانہ حضور کا۔ وہ زمانہ حضور کا۔ یہ زمانہ حضور کا۔ اور قیامت تک ہر زمانہ حضور کا۔ اور حضور جو ہے کل بھی تھے، آج بھی ہیں اور حضور کل بھی رہیں گے۔ اور پھر کیسے؟ وصفِ رسالت کے ساتھ جیسے تشریف فرما تھے دنیا میں ایسے ہی وصفِ رسالت کے ساتھ آج بھی موجود ہیں اور کل قیامت تک اللہ کے رسول رہیں گے۔ اب میں بہت simple بول رہا ہوں۔ اب یہاں پر ہمارے درمیان میں کلمہ جو ہے وہی فیصلہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ ہم جس کا کلمہ پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد رسول اللہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو یہ کلمہ خود بتا رہا ہے کہ جیسے کل تھے زندہ ویسے آج بھی زندہ ہیں۔ جیسے کل رسول تھے آج بھی رسول ہیں۔ اور بھی جیسے کل رسول تھے، آج رسول ہیں کل بھی رسول رہیں گے، کل بھی زندہ رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

تو جس بات سے حضور نے منع نہیں فرمایا وہ ناجائز و حرام نہیں ہو سکتی۔ اور وہ سب کا سب جو ہے وہ حضور کی حدیث کے حکم میں ہے۔ چاہے وہ حضور کی حیاتِ ظاہری میں ہوا ہو۔ ہاں جس کو حضور نے مقرر رکھا یعنی جس کو منع نہیں فرمایا، حیاتِ ظاہری میں منع نہیں فرمایا وہ بھی حضور کی حدیث ہے۔ وہ بھی حضور کی سنت ہے اور جس کو حضور نے آج منع نہیں فرمایا، اُن کی شریعت میں اُن کے Rule میں جو ہے اُس پر Prohibition نہیں ہے، اُس میں ممانعت نہیں ہے وہ بھی حضور کی سنت ہے۔ تو مسلکِ اہلِ سنت والجماعت جو ہے یہ اِس اعتبار سے کہ حضور کے زمانے میں نہیں تھا یہ بدعت ہے، لیکن اِس اعتبار سے کہ حضور نے اِس کہنے سے منع نہیں فرمایا یہ عین سنت کے مطابق ہے۔ ہاں۔ اور اِس سے پتہ لگا کہ بدعت جو ہے اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی ہوتی ہے۔ ہر بدعت بری نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے بری بھی ہوتی ہے۔ حضور کے زمانے میں۔ یہ بات کہ صاحب حضور کے زمانے میں ہوا؟ جو حضور کے زمانے میں نہیں ہوا وہ ہی بدعت ہے اِس کا مطلب کہ جو حضور کے زمانے میں ہوا وہ اچھا ہے؟ حضور کے زمانے میں بہت سارے برے کام ہوئے۔ تو کیا اچھے ہو جائیں گے؟ صحابہ کے زمانے میں بہت سارے برے کام ہوئے تو وہ اچھے ہو جائیں گے؟ تابعین کے زمانے میں برے کام ہوئے تو وہ اچھے ہو جائیں گے؟ نہیں۔ دار و مدار یہ ہے کہ شریعت نے جس کام کو بُرا کہا وہ بُرا ہے۔ اُن کے زمانے میں ہوا یا حضور کے بعد، حیاتِ ظاہری کے بعد قیامت تک وہ کام ہو وہ برا رہے گا۔ اور جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہے۔ اور اگر وہ کام جو ہے ایسے قواعد کے تحت اور ایسے Rule کے تحت نافذ ہے کہ جو نیکی کے خیر کے اصول ہیں اُن اصول کے تحت نافذ ہے تو وہ کام جو ہے اچھا ہے۔ یہ مسلکِ اہلِ سنت والجماعت، یہ بھی نئی اصطلاح ہے۔ یعنی رسول کے زمانے میں نہیں تھی، صحابہ کے زمانے میں نہیں تھی، لیکن اُس کے بعد جب لوگوں میں بدعتیں پھیلیں اور ناجائز عقیدے اور غلط خیالات لوگوں میں رائج ہوئے تو اہلِ سنت والجماعت نے، سچے اسلام والوں نے اپنی پہچان مقرر کی کہ "اہلِ سنت والجماعت" کہلائے۔ اور اہلِ سنت والجماعت کے دو گروہ ہوئے۔ ایک ابو منصور ماتُریدی کے پیرو اور دوسرے گروہ کے امام حضرت امام ابوالحسن اشعری۔ تو ہمارے امامِ اہل سنت ابو منصور ماتُریدی ہیں۔ اُس اعتبار سے ہم تمام علماء اور عوام، اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت کے متوسلین، مریدین اور اعلیٰ حضرت کے مسلک پر چلنے والے، یہ سب جو ہیں اِن سب کے امام جو ہیں وہ کون ہیں؟ ابو منصور ماتریدی ہیں۔ تو اب مسلکِ اہلِ سنت والجماعت یہ اہلِ حق کی پہچان اُس زمانے سے مقرر ہوئی۔ پھر ہر زمانے میں پہچانیں ہوتی رہیں، بدلتی رہیں یہاں تک کہ اِس زمانے میں مسلک اہل سنت جو ہے مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت کا نام آجاتا ہے تو اب ذہن اِس بات کی طرف پھرتا ہے کہ اہلِ سنت والجماعت، وہ لوگ جو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کی تشبیہات کو اور اُن کی تشریحات کو اور اُن کے مسلک پر جو لوگ ہیں اور جن کو عوام کی زبان میں "بریلوی" کہا جاتا ہے یہ اہلِ حق ہیں۔ تو یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اعلیٰ حضرت کو اللہ نے اِس زمانے میں معیارِ حق بنایا۔ اور یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اِس بات کو کچھ ہندوستانیوں نے روایت دے دیا۔ یہ خدا کی دَین ہے۔ انہوں نے رسول اللہ کے دین کی خدمت کی، اللہ کے دین کی خدمت کی تو جہاں سے دین نکلا وہاں کے علماء نے جو ہے یہ معیار بنایا۔۔۔"

(ماخوذ از؛ خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "اچھی بدعت" غیر مطبوعہ)

ارواحِ مومنین کے اختیارات کے منکرین کا ردّ:

۲۲، مارچ ۱۹۸۳ کو پاکستان کے ایک جلسہ عام سے "موت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے، مومنین و

صالحین کی ارواح کے اختیارات و فضیلت احادیث و آثار سے ثابت کرتے ہوئے منکرینِ ارواحِ مسلمین کے اختیارات کا اس طرح ردّ کرتے ہیں:

"دنیا سمجھتی ہے کہ یہ جو مر جاتے ہیں معاذ اللہ! یہ ہمیشہ کے لئے مر جاتے ہیں، مٹی کا ڈھیر ہو جاتے ہیں اور یہ کچھ نہیں کرسکتے اور کوئی مدد نہیں کرسکتے اور ان سے مدد چاہنا جو ہے وہ شرک ہے اور ان کے مزاروں پر جانا اور حاجت روائی کے لئے فریاد کرنا یہ شرک ہے۔ میرے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے دو لفظوں میں کتنا بہترین جواب دیا ہے، فرماتے ہیں:

حاکم، حکیم، داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں
مردود! یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے

یہ نرالا شرک ہے کہ حاکم کے پاس جائیں، مدد چاہیں، فریاد چاہیں تو شرک نہ ہو، حکیم کے پاس جائیں دوا چاہیں درمان کی، اور اپنے درد کی دوا چاہیں، مداوا چاہیں تو مشرک نہ ہوں، یہ شرک نہ ہو۔" (ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "موت [۲۲مارچ ۱۹۸۳ پاکستان]" غیر مطبوعہ)

اسی خطاب میں رسول گرامی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مر کر مٹی میں مل گئے (معاذ اللہ) کہنے والوں اور اس طرح کے غیر اسلامی عقیدہ رکھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

"اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کریم سرور عالم صلی اللہ تبارك وتعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ، معاذ اللہ مر کے مٹی میں مل گئے اور جو ان کے اولیائے کرام کو مٹی کا ڈھیر سمجھتے ہیں، خدا کی قسم! وہ اپنی ہی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اللہ اکبر! اگر وہ اپنی حقیقت سمجھے ہوتے تو ایسا نہ کہا ہوتا اور انہوں نے حضرات اولیائے کرام کے متعلق ایسا کہہ کر کے حضرات اولیائے کرام کا کچھ نہیں بگاڑا، بلکہ اپنا ایمان بگاڑا ہے۔ اور اپنی حقیقت سے انہوں نے بے خبر ہونے کا پتہ دیا ہے اور انہیں یہ ہی نہیں معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو کیسا کمال والا بنایا ہے اور کیسی کیسی بلندیاں اور کیسے کیسے کمالات کی اس کو صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اللّٰھم صلی علی سیدنا وشفیعنا وحبیبنا و کریمنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم و آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔"

پھر آگے فرماتے ہیں:

تو جو یہ کہتا ہے کہ یہ مٹی کا ڈھیر ہیں وہ ان کا نہیں بگاڑتا ہے بلکہ عقیدۂ معاد کو، عذاب و ثواب کا جو عقیدہ ہے ہمارا کہ آدمی مرنے کے بعد یا عذاب پائے گا یا مرنے کے بعد ثواب پائے گا، اسی عقیدے کا انکار کرتا ہے۔ ارے مرنے کے بعد مٹی کا ڈھیر ہو جائے گا تو کاہے کو عذاب ہو گا، کاہے کو ثواب ہو گا۔ تو اسی لئے حدیث پاک میں آیا: "من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب [بخاری صحیح البخاری /کتاب الرقاق/باب التواضع/رقم الحدیث : 6137]" جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔ اعلان جنگ کیا ہے جو میرے ولی کا نہیں ہوا، وہ میرے نبی کا نہیں ہوا، جو میرے نبی کا نہیں ہوا وہ میرا نہیں۔ (ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "موت [۲۲مارچ ۱۹۸۳ پاکستان]" غیر مطبوعہ)

اسی طرح سیدی سرکار غوثِ پاک رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک تقریب میں حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت پر خطاب میں ارواحِ مومنین کی سماعت کے حوالے سے معرکہ بدر کے بعد جب کفار کے سروں کو کنویں میں پھینکا گیا، اور ان سب کو اجتماعی طور پر دفن کر دیا گیا، پھر وہاں پر کھڑے ہو کر کے سرکار نے فرمایا کہ: "مجھ کو جو میرے رب نے سچا وعدہ کیا تھا وہ مل گیا مجھ کو، تو کیا تم کو بھی تمہارا وعدہ جو رب نے تم سے کیا تھا وہ مل گیا؟ تو صحابہ نے عرض کی کہ کیا یہ سُنتے ہیں؟ تو سرکار نے فرمایا ما انتم باسمع منکم؟ تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔" اس روایت کو بیان کرنے بعد اپنے تبصرے میں بڑی سنجیدہ گفتگو فرمائی اور اس طرح ارواحِ مسلمین کے اختیارات کے منکرین کا رد فرمایا:

"مطلب یہ ہوا کہ وہ سنتے ہیں اور مرنے کے بعد جو ہے اُن کو وہ قوتِ سماعت دی گئی ہے جو ایک عام زندہ انسان کی سماعت سے زیادہ ہے، بدرجہا زیادہ ہے۔ تو یہ تو کافروں کا حال ہے تو پھر مسلمانوں کے حال کا کیا عالم ہوگا؟ مسلمانوں کے لیے سرکار نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی روح جو ہے مرنے کے بعد اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پرندہ۔ زندگی میں وہ پنجرے میں بند کیا گیا، وہ چل نہیں سکتا، پھر نہیں سکتا۔ لیکن جب اُس کو پنجرے سے نکال دیا جاتا ہے، تو روح کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ پرندے کی مثال۔ پرندہ جو ہے اُس کی پرواز اور اُس کی جولانیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اسی طریقے سے مومن کی روح کی پرواز کا یہ عالم ہے۔ اللہ اکبر۔ کہ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کو رکھا ہے آسمانوں میں وہاں جاکر وہ رہتا ہے اور قبر سے بھی اُس کا تعلق رہتا ہے۔ کسی کی پہلے آسمان میں، کسی کی دوسرے آسمان میں، کسی کی تیسرے آسمان میں، کسی کی عرش تک جاکر بلند ہوتی ہے۔" (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "غوثِ اعظم" غیر مطبوعہ)

علم دین سے دوری اختیار کرنے والوں کو نصیحت:

اکتوبر ۱۹۹۰ مالیگاؤں کے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عوام الناس کو علم اور علما کی فضیلت بتاتے علما کی صحبت اختیار کرنے کی یوں تلقین کرتے ہیں:

"آپ حضرات کی یہ ذمے داری ہے کہ اپنے یہاں جو عالمِ دین ہے اُس کی صحبت میں بیٹھیں اور اُس سے صحیح اہلِ سنت والجماعت کے نوریہ، دینیہ سیکھیں اور اُس کے ساتھ ساتھ مسائلِ ضروریہ دینیہ کی تعلیم حاصل کریں۔ دُنیا کمانے میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ سب کچھ دنیا ہی کے لیے نہیں ہونا چاہیے اور مسلمان تو دُنیا کے لیے بنا نہیں ہے۔ دُنیا مسلمان کے لیے بنی ہے۔ یہ ساری دنیا اُس سرکار کے صدقے میں ہمارے لیے بنی ہے۔" (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "سوادِ اعظم [اکتوبر، مالیگاؤں]" غیر مطبوعہ)

علم و علما کے فضائل کے منکرین کا رد:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ایک خطاب میں علم و علما کی فضیلت و اہمیت پر گفتگو فرماتے ہوئے، علم اور علما کی فضیلت کا انکار کرنے والے، تقلید سے بیزار لوگوں کا منطقی رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

"کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوجائیں گے اللہ اکبر تو ہر عاقل ہر عقل والا اور ہر دانشور یہی جواب دے گا کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں تو یہ علم کی قرآن کریم نے ایسی فضیلت بتائی ہے جو نہایت ظاہر ہے اور ایسی فضیلت ہے کہ جو ہر عقل میں راسخ ہے ہر عقل میں جمی ہوئی ہے اللہ اکبر اور کوئی عقل والا اس فضیلت کا انکار نہیں کرسکتا اگر علم کی فضیلت کا انکار نہیں کرسکتا تو پھر علم جس ذات میں قائم ہو علم جس ذات میں لگ جائے علم جس سے لگ جائے اور جو اس سے منسوب ہو جائے پھر اس کی فضیلت کا کیا ٹھکانہ ہے او پھر اس کی فضیلت کا کوئی انکار کرسکتا ہے؟ نہیں انکار کرسکتا۔ اور علم کی فضیلت تو ایسی ہے کہ سیدنا سرکار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ علم کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ جو عالم نہیں ہے جو زیور علم سے آراستہ نہیں ہے اس کو عالم کہہ دو تو خوش ہوتا ہے اور اگر اس کو جاہل کہہ دو تو اس کو تبرّی کرتا اس سے بیزاری کرتا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ جہل جو ہے ایسا عیب ہے اور جہالت ایسا عیب ہے جس میں لگا ہوتا ہے وہ بھی اس سے تبرّی کرتا ہے اور علم جو ہے ایسا زیور ہے کہ منٹ بھر کے لیے سیکنڈ بھر کے لیے اگر جاہل کو بھی عالم کہہ دیا جائے تو خوش ہوتا ہے اللہ اکبر تو وہ کیا ہوتا ہے میاں خوش ہوتا ہے اللہ اکبر تو یہ عالم کی فضیلت ہے اور عالم کی فضیلت کا کوئی عقل والا انکار نہیں کرسکتا، عالم فضیلت والا ہے اور جو عالم نہیں ہے، جو جاہل وہ مفضول ہے وہ کم رتبہ ہے اور عالم کا رتبہ جو ہے بڑا ہے۔ اللہ اکبر! تو جب ادنیٰ عالم کا رتبہ جو ہے وہ بڑا ہے قرآن کریم کی رو سے اور قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق ہی نہیں بلکہ ہماری عقل کے اندازے میں، اللہ

اکبر! عالم جو ہے وہ بڑا مانا جاتا ہے اور صرف اس میں علم دین کی ہی خصوصیت نہیں ہے۔ آج کل تو معاذ اللہ رب العلمین بے دینی کا دور ہے دین سے لوگ جو بے بہرہ ہیں دین سے بیزار ہیں علم دین سے بیزار ہیں اللہ اکبر۔۔۔۔۔

آگے آسان تفہیم کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں:

۔۔۔۔علم کی فضیلت پر میں بول رہا تھا تو عالم کے برابر غیر عالم نہیں ہو سکتا اور بولو جو عالم کے برابر غیر عالم کو کردے وہ عالم تو درکنار عاقل بھی ہو سکتا ہے؟ بولو بھئی جو عالم کے برابر جاہل کو کردے وہ عاقل بھی ہو سکتا ہے؟ کند کے برابر بے ہنر کو کہو، عالم کے برابر جاہل کو کہو، کمال والے کے برابر بے کمال کو کہو تو ہر شخص یہ کہے گا کہ جناب آپ کی کھوپڑی خراب ہے، آپ کی آنکھ خراب ہے، آپ کو نظر نہیں آتا؟ آپ کی بصیرت خراب ہے، آپ کی عقل خراب ہو گئی ہے، آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے، آپ عالم کے برابر جاہل کو کہہ رہے ہیں، ایک شخص سائنس کا بہت ماہر ہے اور ایک شخص سائنس کا کچھ نہیں جانتا آپ کہو کہ یہ دونوں برابر ہیں ایک شخص انگلش میں بہت ماہر ہے دوسرا انگلش کا جناب لفظ بھی نہیں جانتا الف کے نام پر کچھ بھی نہیں جانتا آپ کہو کہ دونوں برابر ہیں۔ ہے؛ ہی پاگل بولو بھئی تو دنیا کا علم تو دنیا کا علم ہے اب ایک شخص جو ہے دین میں بہت ماہر، دین کا اس کو بہت بڑا علم ہے آج کل کے علماء میں ایک شخص دین کا بہت بڑا عالم ہے اور کوئی شخص دین کا عالم نہیں ہے آپ کہو کہ یہ دونوں برابر ہیں جو کہوں آپ کو تو کہوں جو کوئی نجدی ہو، دیوبندی ہو، کوئی بھی بدمذہب ہو وہ کہے تو اس کی عقل ماری گئی اور میاں عقل تو ماری ہی گئی یہ تو قرآن ناطق ہے اگر کوئی اپنی عقل کا خلاف کرے اپنے مشاہدے کا خلاف کرے کوئی اگر یہ کہے کہ صاحب آسمان جو ہے ہمارے نیچے ہے اور زمین ہمارے اوپر ہے تو صرف اتنی سی بات ہے کہ اس نے جھوٹ بولا عقل کا خلاف کیا عقل کا خلاف کیا جھوٹ بولا پاگل پن کیا اللہ اکبر یہ قرآن کریم ہے اس کے خلاف جو بولے گا تو عقل کا تو خلاف کرے گا ہی کرے گا بولو اپنا دین کھوئے گا کہ نہیں کھوئے گا اسی لیے علمائے کرام جو کچھ کہتے ہیں وہ عقل کی طرف سے نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن کریم کا ارشاد ہوتا ہے حدیث کا ارشاد ہوتا ہے۔" (ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "امامِ اعظم" غیر مطبوعہ)

منکرین تقلید کا ردّ:

اسی خطاب (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب) میں منکرینِ تقلید اور ائمہ اربعہ کے حاسدین کا علمی ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور ان کو اپنی حدیث دانی پر اتنا غرور ہو گیا کہ یہ کسی کے مقلد نہیں ہیں ان کے جو علما ہیں وہ سب امام، امام اعظم ہو گئے امام شافعی ہو گئے سب، امام مالک ہو گئے، سب امام احمد ابن حنبل ہو گئے، امام سے برابری نہیں ہم ڈائریکٹ قرآن مجید سے سمجھ لیں گے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ جو تمہارے ماننے والے ہیں انہیں کا ہے کو تم نے اپنا مقلد بنایا ہوا ہے جتنے تمہارے ماننے والے ہیں انہیں کا ہے نہیں کہتے ہو کہ بندے بندے برابر ہو گئے، ہم برابر ہو گئے،،، تمہارے پاس اگر کوئی فتویٰ پوچھنے کے لیے آئے تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتے ارے میاں جیسے ہم نے قرآن وحدیث سے سمجھ لیا تم بھی قرآن وحدیث سے سمجھ لو تو یہ اچھا فرق ہے ہم تقلید کریں تو مشرک ہو جائیں اور تم اپنی تقلید پر چلاؤ اپنی عوام کو تو وہ کافر و مشرک نہ ہوں۔"

(ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "امامِ اعظم" غیر مطبوعہ)

اسی خطاب میں مزید گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

"مصطفیٰ سے جسے نسبت ہے اس کا چاہنے والا ہے مصطفیٰ کی امت کا چاہنے والا امام اعظم کا چاہنے والا ہے امام شافعی کا چاہنے والا امام مالک کا چاہنے والا امام احمد بن حنبل کا چاہنے والا وہ ہے سنی اور جو کہے گا صاحب میں تو نہ میں شافعی ہوں معاذ اللہ نہ میں مالکی ہوں معاذ اللہ نہ میں حنبلی ہوں معاذ اللہ نہ میں حنفی ہوں معاذ اللہ۔ اللہ اکبر! ارے جب تو کچھ نہیں ہے نہ حنبلی ہے نہ شافعی ہے نہ مالکی ہے نہ حنفی ہے تو یہ بارگاہ جو ہیں اور یہ ذوات پاک مصطفیٰ کی ذوات ہیں مصطفیٰ کی محبوب ذوات ہیں اور مصطفیٰ کی

محبوب بار گاہیں ہیں جو ان بار گاہوں کا نہیں ہے وہ مصطفیٰ کا نہیں ہے اور جو انکا نہیں ہے جو ان کا مقلد نہیں ہے وہ اس زمانہ میں سنی نہیں ہے وہ اس زمانہ میں مسلمان نہیں ہے اس زمانہ میں مسلمان وہی ہے اللہ اکبر جو امت مسلمہ کے ساتھ ہے اور امت مسلمہ نے اتفاق کرلیا ہے اللہ اکبر! ان چاروں ائمہ میں سے کسی امام معین کی تقلید پر اتفاق کرلیا ہے لہٰذا سنی جو ہے یا تو حنفی ہے یا تو شافعی ہے یا تو مالکی ہے یا تو حنبلی ہے اور جو ان سے فارغ ہے وہ گمراہ ہے بے دین ہے وہ ہرگز سنی نہیں ہے تو یہ ذوات جو ہیں امام اعظم ہوں امام شافعی ہوں امام مالک ہوں امام احمد بن حنبل ہوں ان کا مذہب جو ہے وہ سنیت کا معیار ہے اور یہ سنیت کے معیار ہیں اور ان کی تقلید سنیت کا معیار ہے اللہ اکبر تو جو ان کا مقلد ہو وہ ہے سنی اور جو اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مقلد ہو جو ان کے مزارات پر جاتا ہو جو ان کے مزارات سے توسل کرتا ہو جو ان کے مزارات پر جانا باعث برکت سمجھتا ہو جو ان کے مزارات پر جانا حجت مصطفیٰ سمجھتا ہو منت مصطفیٰ جو ثابت ہے ان کو ثابت سمجھتا ہو وہ ہے سنی۔۔۔

"۔۔۔جو اولیاء کو مانے جو علمائے ملت کو مانے جو علمائے امت کو مانے جو امام اعظم امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل کے مذاہب کا مقلد ہو اور جو ان کے مذاہب کو برحق جانے اور جو اولیاء کا معتقد ہو اور جو ہر باطل طبقے سے نجدیت سے وہابیت سے دیوبندیوں سے رافضیوں سے قادیانیوں سے اور جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں ہیں ملحدوں سے دہریوں سے مجوسیوں سے بت پرستوں سے جو ان سب سے دور ہو وہ ہے سنی وہ سنی ہے اور جو سنی ہے وہی اہل ایمان ہے جو سنی ہے ناں وہی اہل ایمان ہے۔"

(ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "امام اعظم" غیر مطبوعہ)

منکرین فضائل غوثِ پاک کا ردّ:

"غوثِ اعظم" کے زیر عنوان خطاب کرتے ہوئے، اولیاء کی شان و عظمت پر مدلل خطاب فرمایا اور اولیائے کرام بالخصوص سیدی سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے فضائل کے منکرین کا ردّ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اور میرے غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کا کیا کہنا ہے؟ لوگ اپنی نمازوں پر غرّہ کرتے ہیں کہ ہاں صاحب ہم نے تو بہت نمازیں پڑھ لیں ہیں، اپنی تسبیحوں پر غرّہ کرتے ہیں۔ میرے غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ کا حال یہ ہے سبحان اللہ! کہ ذرا دیر میں چور کو ابدال بنادیں۔ ذرا دیر میں کافر کو صاحبِ ایمان کر کے اُس کو واصل الی اللہ کر دیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے غوثِ اعظم کا۔ کہ ایک بدَل۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اولیائے کرام میں ابدال ہوتے ہیں۔ تو اُن میں سے ایک ولی کا انتقال ہو رہا تھا۔ آخری وقت تھا۔ غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ حاضر ہیں۔ اور وہ اُن ولی کا آخری وقت ہے۔ تو اب اُس کی جگہ پر کسی کو ہونا چاہیے۔ غوثِ اعظم نے مجمع میں سے فرمادیا کہ میں نے اِس کو بدل مقرر کیا۔ اُسی وقت وہ ایمان لایا اور اُسی وقت وہ غوثِ اعظم کے فرمانے کے موجب جو ہے وہ بدل مقرر ہوا۔"

(ماخوذ از؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "غوثِ اعظم" غیر مطبوعہ)

گانے باجے تماشوں کا ردّ:

اعراس و تقاریبِ شادی و نکاح میں دف کی آڑ میں ڈھول باجے تماشے کرنے والوں کا علمی ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اُس طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی کہ جو طور لہو و لعب کا ہے۔ گانے باجے کا۔ اس لیے کہ میرے سرکار نے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے باجوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔ باجوں کو مٹانے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی شریعت میں باجوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور لہو و لعب کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نکاح کے لیے ضرور اعلان کے طور پر وہ بھی لہو و لعب کے طور پر نہیں، بلکہ نکاح ہو رہا ہے تو نکاح کے لیے ضرور دَف کی اجازت آئی ہے کہ اعلم هذا النکاح وضربوا علیه بدفوف۔ اِس نکاح کا اعلان کرو اور اُس کا طریقہ بتایا کہ جب نکاح ہو تو ڈھول بجاؤ، لیکن اُس ڈھول میں بھی کس طور سے ڈھول کی اجازت تھی؟

اِس میں گھنگھرو نہ ہو۔ دَھپ دَھپ کی آواز، بہت ہی بھدی آواز جس سے نکلتی ہے۔ اور اُس سے مُدھر آواز، سُریلی آواز، گھنگرو والی آواز میں نہیں ہو اُس ڈھول کی اجازت تھی۔ لیکن ہمارے علما نے جب دیکھا کہ لوگوں نے اِس دَف کو لہو و لعب کے لیے اور اپنے طَرَب کے لیے اور ناجائز طور پر وہ کفار و منافقین اور بد دین لوگوں سے مشابہت کے طور پر اِنہوں نے اس میں بہت ساری شکلیں نکال لیں اور بہت ساری وُسعت پیدا کر لی اور اِس کو استعمال کرنے لگے تو اعلیٰ حضرت نے کتاب لکھی ھادی الناس فی رسوم الاعراس۔ اس میں اعراس کے لیے بھی ثابت کیا کہ اب اُس دَف کی بھی مطلقاً اجازت نہیں ہے۔ اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی اپنی نعت، ذکر تو ذکر ہے اپنی نعت کو بھی لہو و لعب کے طور پر اور گانے کے طور پر آپ نے اجازت نہیں دی۔

(ماخوذ از: خطباتِ تاج الشریعہ زیر عنوان ''اچھی بدعت'' غیر مطبوعہ)

گانوں کی طرز پر نعت پاک پڑھنے والوں کا ردّ:

کچھ سال قبل ہمارے کچھ نعت خوانوں میں گانوں کی طرز پر نعت پاک رسول ﷺ کو پڑھنے کا رواج پڑ گیا تھا، ان میں بعضے ایسے تھے جو گانوں کی دھن اور طرز پر نعت پاک گنگناتے تھے، اور بہت سے ایسے تھے جو حلق سے ذکر کے نام پر ایسی آوزیں نکالتے تھے، جو ڈھول اور دھمال کے مشابہ ہوتی تھی، اور کسی نے ذکر کے حوالے سے جواز کا حکم حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب کر دیا، جب کہ حضور تاج الشریعہ کی طرف سے اس طرح قابلِ اعتراض عمل کی اجازت تھی ہی نہیں، اس طرح کی غیر شرعی حرکت کرنے والوں کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا:

''۔۔۔۔۔ جس پر فتح الباری میں علامہ ابن حجر نے کہا کہ یہ اِس لیے منع فرمایا کہ حضور کا ذکر اور حضور کی نعت جو ہے وہ اندازِ لہو و لعب پر اور گانے کے انداز پر ساز کے انداز پر حضور کا ذکر مناسب نہیں تھا۔۔ حضور نے منع فرما دیا۔ یہ جو حضور کا ذکر ہے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اللہ، یہ دَف کے اوپر یا ساز کے اوپر یا ایسی آواز جو دَف کے مشابہ ہو یا ساز کے مشابہ ہو کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ دَف ہو یا دَف کے مشابہ۔ کیسٹ میں آواز بھر لی جائے، وہاں پر دَف تو نہیں بج رہا ہے یہ کافی ہے اور جو ساز وغیرہ ہوتا ہے یا ساز کے آلات جو ہیں وہ کسی طرح کیے جائیں یا کیسٹ میں اُن آواز کو بجایا جائے، اُن کا بجانا اور سننا ناجائز ہے۔ یا اگر کوئی اپنے حلق سے جو ہے اِس طریقے سے ایسی لَے بنا لے جس سے معلوم ہو کہ کوئی گانا یا ساز ادا ہو رہا ہے اُس کی اجازت ہر گز نہیں ہے۔ اور ہم نے اِس کی اجازت نہیں دی، میری طرف منسوب کیا گیا کہ میں نے اجازت دے دی ہے، میں نے اِس کی اجازت نہیں دی''۔۔۔

(ماخوذ از: خطباتِ تاج الشریعہ زیر عنوان ''اچھی بدعت'' غیر مطبوعہ)

تصویر بنانے خریدنے بیچنے والوں کا ردّ:

تصویر یا فوٹو کا مسئلہ ہو یا کسی بھی معاملے میں جہاں بھی حضور تاج الشریعہ سے کسی معاملے میں رہنمائی حاصل کی گئی حضور تاج الشریعہ نے برملا شرعی حکم واضح فرمادیا، اسی طرح ایک مجلس میں تصویر کے شرعی حکم پر گفتگو کرتے ہوئے، اس امر کے خلاف شرع ہونے پر احادیث سے دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

''۔۔۔ بعض لوگوں نے یہ کیا کہ جاندار کی تصویریں کھنچوانا، اور اپنی تصویر کھنچوانا، دیکھنا یہ جو لوگوں میں عام ہو گیا ہے اور وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن شریعت میں، ہماری شریعت میں اِس کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ جاندار کی تصویر کھینچنا، کھینچوانا، دیکھنا اس کی حدیث جو ہے وہ حدِ تواتر تک پہنچ چکی ہے کہ حرام ہے۔ سرکار نے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، بخاری شریف میں متعدد حدیثوں میں ہے کہ سرکار نے دیکھا کہ ایک کپڑا ہے اُس میں تصویریں ہیں یا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پردہ تھا کوئی یا تکیہ تھا، اُس پر تصویریں تھیں۔ تو سرکار اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت عائشہ پوچھتیں ہیں کیا بات ہے؟ فرمایا کہ یہ تصویریں کس لیے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ایک گدّا، ایک کارپیٹ، ایک تکیہ آپ کے لیے خریدا ہے کہ آپ اُس پر ٹیک لگائیں اُس پر بیٹھیں تو حضور

نے فرمایا کہ یہ تصویروں کے بنانے والے، قیامت کے دن اُن کے اوپر عذاب ہو گا، اُن سے کہا جائے گا کہ اِس میں روح پھونکواور اِن کو زندہ کرو جو تصویریں تم نے بنائیں ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔۔۔۔۔ تو یہ فرماتے ہیں ۔۔۔۔کہ یہاں پر جو حدیث بیان کی گئی اس لیے کہ معلوم ہو کہ بنانے والے کا جو حکم ہے وہ ہی جو ہے خریدنے والے کا اور استعمال کرنے والے کا بھی ہے۔ اس لیے کہ بنانے والا اسی لیے بناتا ہے کہ میری تصویر بازار میں مقبول ہو اور لوگ اُس کو خریدیں اور اُس کو استعمال کریں۔ تو جو بنانے والے کے لیے وعید ہے وہی خریدنے والے کے لیے بھی ہے۔"

(ماخوذاز؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "اچھی بدعت" غیر مطبوعہ)

کافروں کی روش اختیار کرنے والوں کا ردّ:

ایک موقع پر "نسبت" کے حوالے سے مدلل خطاب کرتے ہوئے امت مسلمہ کی اصلاح کرتے ہوئے، کافروں کی وضع قطع اپنانے والوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔کافروں کی رَوِش اختیار کرکے تم مشرکوں میں سے مت ہو جانا۔ تو یہ میں آج کل دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول کو خوش کرنے کی نہیں پڑی ہے بلکہ بدمذہبوں کو اور کفار کو خوش کرنے کی پڑی ہے۔ اور ہمارے ہندوستان میں بھی یہ رواج ہے، مجھے معلوم نہیں یہاں کیا ہے کیا نہیں ہے کہ ہولی میں، دیوالی میں اور کفار کے بہت سارے تہوار میں، جو اُن کے مذہبی تہوار ہیں اُن میں لوگ رغبت سے، خوشی سے شریک ہوتے ہیں اور اپنا ایمان برباد کرتے ہیں۔ میں استغفار کرتا ہوں اور آپ کو بھی میں استغفار کی تلقین کرتا ہوں۔ اور استغفار اور توبہ تو میرے سرکار ابد قرار، جناب احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔۔۔۔۔"

(ماخوذاز؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "نسبت" غیر مطبوعہ)

ردِ صلح کلیت:

حکمت کے نام پر سب سے صلح کرنے والوں، بدمذہبوں سے اتحاد کرنے والوں کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔ آج بہت سے لوگوں نے توبہ کو اور استغفار کو اپنی اَنا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ اگر گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے کو عار سمجھتے ہیں اور گناہ پر اصرار کو عار نہیں سمجھتے ہیں۔ اور میں اُن لوگوں کی بہت ہی قدر کرتا ہوں کہ جو لوگ مسلکِ اہل سنت والجماعت پر قائم رہتے ہوئے اپنی نسبت اور اپنی رشتے داری اور اپنا رشتہ صرف اُن ہی سے سمجھتے ہیں جو محمد الرسول اللہ ﷺ سے اپنی نسبت رکھتے ہیں، یعنی جو سُنّی ہیں۔ اور جو اِس سلسلے میں رشتے داروں کی رعایت نہیں کرتے اُن لوگوں کی میرے نزدیک بہت قدر ہے اور وہ لوگ جو رشتے داروں کے معاملے میں Consesion یا مداہنت یا رعایت سے کام لیتے ہیں وہ میرے نزدیک قابلِ قدر نہیں ہیں۔ قابلِ قدر میرے نزدیک وہ ہیں جن کا مجھ سے خون کا بھی رشتہ نہیں لیکن وہ محمد الرسول اللہ کے مسلک پر، مسلک اہل سنت پر قائم ہیں اور اپنا رشتہ اُن ہی سے قائم رکھے ہوئے ہیں جن کا رشتہ محمد الرسول اللہ سے ہے۔ ہماری نسبت محمد الرسول اللہ ﷺ سے ہے تو اِس نسبت کی حفاظت کے لیے یہ کرنا پڑے گا کہ آپ صلح کلّیت کو یکسر چھوڑیں۔ عملی طور پر چھوڑیں۔ اور معاذاللہ اعتقادی طور پر صلح کلیت کوئی اپناتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ سنی اور غیر سنی میں کوئی فرق نہیں ہے تو وہ اپنا ایمان برباد کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو سب کو مسلکِ اہل سنت والجماعت پر قائم رکھے اور اُسی پر ہمارا اور آپ کا خاتمہ فرمائے۔"

(ماخوذاز؛خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "نسبت" غیر مطبوعہ)

قائلین سجدۂ تعظیمی کا ردّ:

مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کے عنوان سے گفتگو کرتے ہوئے سجدہ تعظیمی کے قائلین کا ردّ کرتے ہوئے، عامۃ المسلمین کی اس طرح اصلاح اعمال کر رہے ہیں:

"ہم غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے نہیں ہیں، ہم قبر کو سجدہ کرنے والے نہیں ہیں، ہم پیر کو سجدہ کرنے والے نہیں ہیں، لیکن فرماتے ہیں کہ یہ ہوش والے پر ہے اگر ہوش میں سجدۂ تعظیمی کیا تو یہ حرام ہے۔ یہ جھوٹ بولتا ہے اس کو کچھ

نہیں ملا تو وہ جھوٹا اس کا فرضی خدا جھوٹا اور ہمارا خدا تو وہ ہے کہ فرماتا ہے "و من اصدق من اللہ قیلا۔ اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔ تو ہمارا خدا سچا ہمارا نبی سچا کہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا، اور نبی کے صدقے میں ہم سچے کہ ہم کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ تو اس کو کچھ نہیں ملا تو کہنے لگا کہ صاحب یہ سجدہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس پر پوری کتاب لکھی "الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ" سجدۂ تعظیمی کی حرمت، لیکن یہ ہوش والے کے لیے ہے اور اگر کوئی بے ہوش ہو کر اس کی عقل ہی سلب ہو جائے اب اگر کوئی جوشِ محبت میں مغلوب ہو کر سجدۂ در کرے یا طواف کرے تو سجدہ تو سجدہ ہمارے سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "کہ کسی نبی کی قبر یا کسی ولی کی قبر کا طواف بھی جائز نہیں۔" لیکن بے خودی میں ہو تو فرماتے ہیں:

بے خودی میں سجدۂ در یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا "

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "مسلکِ اہلِ سنت کی حقانیت" غیر مطبوعہ)

منکرینِ ندائے "یا رسول اللہ ﷺ" کا رد:

اسی خطاب میں دیابنہ وہابیہ کا ندائے یا رسول اللہ ﷺ کے انکار و اعتراض کا علمی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور دیوبندی بخاری پڑھا تا ہے پڑھتا ہے، اور بخاری اس کے یہاں سے چھپتی بھی ہے لیکن بخاری پڑھو، مسلم پڑھو، اور ترمذی پڑھو، سب میں صحابہ کرام پکار رہے ہیں یا رسول اللہ! حضور کو دیکھ کر بھی پکار رہے ہیں اور حضور سامنے نہیں ہیں پھر بھی پکار رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا تو لوگوں نے کہا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ آپ کو جو سب سے پیارا اور محبوب ہو اس کو پکارو، اللہ اکبر حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی یا محمداہ! اب علمائے کرام نے فرمایا کہ وہ صحابہ کرام نے یا محمد پکارا لیکن اب تقاضائے ادب یہ ہے کہ وہ اس زمانے کا عرف تھا، قرآن نے ہم کو ادب سکھایا: "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" رسول کا پکارنا ایسا مت بنالو جیسے کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ نام لے کر کے، تو علماء نے فرمایا کہ جہاں یا محمد ہو وہاں یا رسول اللہ کہا جائے تو بغیر دیکھے پکار رہے ہیں، پکارنا تھا اللہ اکبر، پاؤں ٹھیک ہو گیا اور پاؤں جو سن ہو اوہ سن ختم ہو گیا تو کیا پتا چلا کہ مدد کے واسطے پکارنا بھی جائز ہے اور سب سے زیادہ پیارے محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں، اور مشکل میں کام آنے والے بھی وہی ہیں، اور یہ صحابہ کرام کا دستور ہے۔ پانی نہیں ہے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے اے اللہ پانی بھیج دے۔ پانی نہیں ہے حضور کی خدمت میں آرہے ہیں تو حضور نبی کریم سرور عالم ﷺ کبھی دعا کر رہے ہیں تو کبھی اللہ کا دیا ہوا اختیار دکھا رہے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضور کی خدمت میں "اوتی بقدح من ماء" ایک پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا اوپر سے اس کا منھ تو وسیع تھا لیکن اندر اتنی گہرائی نہیں تھی اور حضور کا دستِ اقدس اس کے اندر نہیں گیا، بمشکل تمام حضور کی صرف انگلیاں گئیں۔ یوں انگلیاں رکھ دیں اور پانی ابلنے لگا اور اس سے سب سیر اب ہو گئے اور سب نے وضو بھی کر لیا پانی بھی پی لیا یہ حضرت مالک کی حدیث ہے۔ یہ ہے مسلک اعلیٰ حضرت!" (ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "مسلکِ اہلِ سنت کی حقانیت" غیر مطبوعہ)

منکرینِ شفاعت کا رد:

شفاعتِ رسول کریم ﷺ کے منکرین، معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ اس یقین کے ساتھ یہ ہے مسلک اعلیٰ حضرت، اس پر اگر ہمارا خاتمہ ہو جائے تو بالکل یقین اور اس کی رحمت سے امید ہے اور غوث کی عنایت سے کہ شفاعت حق ہے، اور اللہ کی رحمت سے امید ہے اور غوث کی عنایت سے کہ جنت ہماری ہے۔ ہمارا خاتمہ بالخیر ہو گا، اگر تیری رحمت شامل ہے یا غوث اور فرماتے ہیں۔

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو دعا کی تھی اس کو ہم سب دوہرالیں۔

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

رضا کا یہ شعر بخاری شریف کی یاد دلا رہا ہے، شفاعت کی یاد دلا رہا ہے، آج نجدی وہابی اندھا ہو گیا اگر اس کو دیکھ لیتا تو اس کو بھی چھپل دیتا نظر نہیں آتا۔ وہاں مدینہ شریف میں روضۂ رسول ﷺ کے قریب آج بھی لکھا ہوا ہے "شفاعتی حق فمن لم یومن بھا لم یکن من اھل الشفاعۃ" میری شفاعت حق ہے اور جس کا اس پر ایمان نہیں ہے وہ اہل شفاعت نہیں ہے تو رضا کے صدقے میں رضا والوں یوں کہیں:

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

اور آگے فرماتے ہیں:

کلیم و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری، کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

یہ بے خبری، ہماری بے خبری، رسول نے پہلے ہی فرمادیا کہ میری شفاعت حق ہے، تمام محدثین، مفسرین، فقہا، مجتہدین آج اس حدیث کو بیان کر رہے ہیں لیکن وہاں بھول جائیں گے، پھر وہی ہو گا، جو یہاں ہو رہا ہے، کبھی اس دروازے پر، کبھی اس دروازے پر، بیسیوں دروازے ہو کر مدینے پہنچے، جو یہاں ہو رہا ہے، وہاں بھی ہو گا۔ کبھی حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، کبھی حضرت ابراہیم، واسماعیل علیہم السلام کے پاس جائیں گے، کبھی حضرت نوح کے پاس جائیں گے، کبھی حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) پھر اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہیں بھی کام نہیں بنے گا۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں تمہیں وہ بارگاہ بتادوں جہاں تمہارا کام بن جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کا پتہ دیں گے۔ ساری اُمت محمد رسول اللہ کی بارگاہ میں جائے گی، اگلے بھی آئیں گے، پچھلے بھی آئیں گے، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ والے بھی آئیں گے سب آئیں گے پھر حضور فرمائیں گے رحمت باری جوش میں آئے گی فرمایا جائے گا "یا محمد ارفع رأسك قل تسمع وسل تعطع واشفع تشفع" اے محمد! اپنا سر سجدے سے اٹھایئے کہو سنا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

یہ مرحمتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں
قصور کریں اور ان سے بھریں قصور جناں تمہارے لیے
صباوہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

(ماخوذ از: خطبات تاج الشریعہ زیر عنوان "مسلکِ اہل سنت کی حقانیت" غیر مطبوعہ)

نوٹ: فقیر نے اسے (مسلک اہل سنت کی حقانیت) اپنی ترتیب سے نقل کیا ہے جب کہ اس خطاب کو جماعت رضائے مصطفیٰ باسنی نے مفتی عبدالقادر رضوی اشفاقی صاحب کی ترتیب سے شائع بھی کیا ہے۔

یہ چند گہر پارے سیدی سرکار حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کچھ خطبات سے ماخوذ ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے خطبات کس قدر اہمیت و افادیت کے حامل ہوں گے، اور ان میں کیسے کیسے جواہر علمی پنہاں ہوں گے، انہیں جواہر علمیہ کو عوام اہل سنت کے استفادے کے لیے ہم نے خطبات تاج الشریعہ کی ترتیب کا بیڑا اٹھایا، جو ان شاء اللہ جلد ہی منظر عام ہو گا، جو یقیناً ہماری علمی تشنگی دور کرنے اور علم و عمل میں اضافہ ترقی کا سامان کریں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سیدی تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کا علمی و روحانی فیضان ہم غربائے اہل سنت پر جاری و ساری، قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم بحق الغوث الاعظم محی الدین رضی اللہ عنہ۔

حضور تاج الشریعہ داعیِ عرب وعجم

خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی غلام جیلانی ازہری (کھنڈوہ مدھیہ پردیش)

دعوتی سفر:

خانوادۂ رضا میں سب سے زیادہ آپ نے سفر فرمایا، تمام اسفار میں مقصد مشترک تھا "مسلک اعلیٰ حضرت کا تعارف" حضور تاج الشریعہ کا سفر چاہے مرید کرنے کے لئے ہو یا نکاح پڑھانے کے لئے، مناظرہ کے لئے ہو یا جلسہ وکانفرنس کے لئے یہ ضرور ارشاد فرماتے تھے کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی سچا مذہب ہے۔ شام، یمن، عراق، ترکی افریقہ، سعودیہ، دبئی، ماریشس، لندن، پاکستان اور سری لنکا وغیرہ نے بارہا آپکی قدم بوسی کی ہے۔

حضور تاج الشریعہ مصر میں:

۴؍مئی ۲۰۰۹ء کی بات ہے جب طلبۂ ازہر میں یہ خبر مشہور ہوگی کہ کل حضور تاج الشریعہ کی تقریر ہوگی، یہ پروگرام کلیۃ الدعوۃ کے اے سی ہال میں تھا، جب میں جلسہ گاہ میں گیا تو ایک پوسٹر پر نظر پڑی جو دیوار پر چپکا ہوا تھا "ممنوع التصویر" یعنی حضور تاج الشریعہ کی ذات آج بھی تصویر کی حرمت کی قائل ہے، لہذا کوئی صاحب فوٹو نہ لیں، مگر حسن دیکھ کر کون عاشق بے قابو نہیں ہوتا، جوں ہی حضرت پروگرام ہال میں تشریف لائے طلبہ نے فوٹو لینا شروع کردیا، فوراً نقیب جلسہ نے اعلان کیا: ایھا المتعلمون لاتتصور وافان الصویر عند الشیخ حتی الآن حرام۔ برائے مہربانی آپ لوگ فوٹو نہ لیں کیونکہ حضور تاج الشریعہ کے یہاں تصویر کشی آج بھی حرام ہے۔

یہ اعلان سنکر تمام طلبۂ ازہر رک گئے، ہال میں دائیں بائیں کرسیوں پر ازہر یونیورسٹی کے بڑے بڑے مفتی اور ڈاکٹر بیٹھے ہوئے تھے، بیچ والی کرسی حضور تاج الشریعہ کے لئے خالی تھی، آپ نہایت ہی عالمانہ وقار اور داعیانہ شان وشوکت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں، فصحائے مصر اور علمائے ازہر کی موجودگی میں فصیح عربی میں تقریر فرماتے ہیں، میں اس سوچ میں غرق ہوگیا کہ ان کی عربی کا یہ حال ہے تو اعلیٰ حضرت کی عربی کا کیا حال ہوگا۔

حضور تاج الشریعہ صاحبِ علم لدنی تھے:

یہ بھی مصر کی بات ہے، ۲۰۰۹ء میں میں نے مرکز فجر جوائن کیا، یہ قاہرہ میں سلفیوں کا عربی کوچنگ سنٹر ہے۔ کرتا پاجامہ دیکھ کر سلفی ٹیچر سمجھ گیا کہ غلام جیلانی صوفی ہے۔ سلفی ٹیچر نے کہا: یاغلام هل لدیك رجل صاحب العلم اللدنی، غلام جیلانی تمہاری نظر میں کوئی ایسا آدمی ہے جس کے پاس علم لدنی ہو؟

قلت: نعم، میں نے کہا ہاں ہے نا، (گفتگو عربی میں ہو رہی تھی) سلفی ٹیچر نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ (علامہ) اختر رضا ازہری ہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم کو کیسے پتہ چلا؟ میں نے بتایا کہ وہ مغربی ملک میں اردو میں تقریر کررہے تھے، لوگوں نے کہا، حضور ہم اردو نہیں جانتے برائے مہربانی انگلش میں خطاب فرمایئے، حضور تاج الشریعہ نے تھوڑی دیر غور وفکر کیا، اس کے بعد فصیح وبلیغ انگلش میں تقریر فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے پاس علمِ لدنی ہے۔ سلفی ٹیچر نے کہا: ممکن هو اخذ لغة انجیلیزیة۔ ہو سکتا ہے انہوں نے انگلش پڑھا ہو۔ میں نے کہا کہ انہوں نے اس سے پہلے کبھی اس انداز میں تقریر نہیں فرمائی کسی بھی زبان کا ہے۔ یہ سنکر سلفی ٹیچر خاموش ہوگیا (یہ واقعہ ناچیز نے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی کتاب میں پڑھا ہے۔ نام فی الوقت یاد نہیں ہے)

حضور تاج الشریعہ کی حق گوئی:

پوربند گجرات میں آپ اکثر دورہ فرمایا کرتے تھے، میری نظر میں یہ گجرات کا واحد ایسا شہر ہے جہاں کے باشندے

سب کے سب سنی ہیں۔ ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک ناچیز خود "دارالعلوم غوث اعظم" میں زیر تعلیم تھا۔ مجھے کچھ معتبر لوگوں نے بتایا جو وہاں جلسہ میں موجود تھے، جلسہ شباب پر تھا، دوران تقریر ایک مقرر نے کہا: اشرفیہ مبارک پور صلح کلی ہو چکا ہے، وہاں اب چندہ نہ دیں۔ جب حضور تاج الشریعہ نے خطاب فرمانا شروع کیا تو علی الاعلان فرمایا: اشرفیہ کل بھی ہمارا تھا، آج بھی ہمارا ہے اور کل بھی ہمارا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

ایسے ہی ممبئی میں تقریر کے دوران ایک مشہور خطیب نے کہا اصلی سید وہ ہے جن کی رگوں کے خون سے اعلیٰ حضرت کی محبت کی بو آتی ہو۔ جب حضور تاج الشریعہ کے پاس مائک آیا تو آپ نے فرمایا: انہوں نے (خطیب) جو کہا ہے اس کے ذمہ دار یہ خود ہیں، میں اس سے بری ہوں۔ حضور تاج الشریعہ پر اللہ کا خصوصی فضل تھا، آخری عمر تک آپ کی موجودگی میں کوئی خلاف شرع کام کرکے آپ کی خاموشی کو رضا کا نام دے کرنا جائز فائدہ نہیں اٹھا پاتا تھا۔

دخول کعبہ پر اعتراض اور اس کا جواب:

۱ر شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۰ر جون ۲۰۱۳ء بروز پیر ۶ بج کر ۵ منٹ پر آپ کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے (تاج الشریعہ ایک جامع کمالات شخصیت) میری نظر میں ہندوستان میں ۱۵ ویں صدی ہجری کی یہ واحد شخصیت ہے جسے اللہ نے اپنے گھر کا مہمان بنایا بالاسور اڑیسہ میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے محرم کے موقع پر لوگ یاد حسین کانفرنس مناتے ہیں۔ ۲۰۱۵ء میں ناچیز اس کا خصوصی خطیب تھا، ساتھ ہی مفتی آل المصطفیٰ جامعہ امجدیہ گھوسی بھی تھے، ایک مجلس میں مفتی صاحب سے استفادہ کا سلسلہ چل رہا تھا، اسی درمیان ایک صاحب تشریف لائے اور کہا: کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا غسل کعبہ کے لئے جانا یہ بدعقیدہ کی دعوت قبول کرنا ہے۔ لہذا اس کا جواب آپ پروگرام میں دیں۔ مفتی صاحب نے پروگرام میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: یہ حکومتی معاملات ہے نہ کہ بدعقیدہ سے موالات، اور ایسے موقع پر محض اکتساب فیض اور بیت اللہ سے برکت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ بے جا اکابرین کی برائی کرنا یہ غیر مناسب ہے۔

حضور تاج الشریعہ ولی ہیں:

ناچیز اڑیسہ کے ایک عرس میں بحیثیت خطیب شامل ہوا، وہاں کے ایک مشہور اور مناظر سنی عالم دین نے میرے سامنے ایک مضمون پیش کیا، یہ کہتے ہوئے کہ اس پر آپ تائیدی دستخط کریں یا پھر تبصرہ کریں۔ مضمون میں دعویٰ تھا کہ علامہ اختر رضا ولی نہیں ہے، اور دلیل یہ تھی ان اولیاء ہ الا المتقون (انفال:۳۴) ترجمہ: اس کے اولیاء تو پرہیز گار ہی ہیں اور چونکہ علامہ اختر رضا ازہری پرہیز گار نہیں ہے، کیونکہ وہ امیروں کے یہاں جاتے ہیں، غریبوں کے یہاں نہیں جاتے، لہذا وہ ولی نہیں ہو سکتے۔ ناچیز نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ تب مناظر صاحب نے فرمایا: پھر تبصرہ کریں، ہم کھلے ذہن کے ہیں حق بات قبول کرتے ہیں۔ ناچیز نے کہا: حضور آپ علم و عمل، عمر اور نسب میں افضل و اعلیٰ ہیں میں کچھ نہ بولوں تو بہتر ہے، مگر مناظر صاحب نہ مانیں پھر اصرار کیا کہ آپ یا تو دستخط کریں یا تبصرہ کریں، اب ناچیز نے بولا: حضور آپ کا دعویٰ ہے کہ تاج الشریعہ ولی نہیں ہیں اور دلیل ہے ان اولیاء ہ الا المتقون، جبکہ قرآن شریف سورہ بقرہ آیت نمبر ۲ میں ہے ھدی للمتقین، ترجمہ: یہ قرآن ہدایت ہے متقیوں کے لئے، خزائن العرفان میں اس آیت کے ضمن میں متقیوں کی سات قسمیں کی ہیں:

(۱) کفر سے بچنے والا (۲) بدمذہبی سے سے بچنے والا (۳) گناہ کبیرہ سے بچنے والا (۴) گناہ صغیرہ سے بچنے والا (۵) شبہات سے بچنے والا (۶) شہوات سے بچنے والا (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنے والا (خزائن العرفان ص ۴)۔

تو حضور یہ بتائیں کہ ان اولیاء ہ الا المتقون، میں جو متقی ہے اس سے آپ نے کون سی قسم مراد لی ہے؟ اگر ساتویں تو ہم چھٹے کے حساب سے ان کو ولی مانتے ہیں، اور اگر آپ نے

چھٹی قسم مراد لی ہے تو ہم پانچویں کے حساب سے ان کو ولی مانتے ہیں۔ اور حضور تاج الشریعہ کو کافر تو (معاذاللہ) آپ بھی نہیں مانتے، لہذا وہ متقی کی پہلی قسم میں داخل، یہ دلیل آپ ہی نے پیش کی ہے: ان اولیاءہ الاالمتقون، تو آپ ہی کی پیش کردہ آیت سے ثابت ہوا کہ حضور تاج الشریعہ ولی ہیں۔ چونکہ وہ سنی عالم تھے اور ناچیز کی بات بھی مدلل تھی اس لئے وہ مان گئے: بقول تعالی انما یستجیب الذین یسمعون (انعام:۳۶) مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ:

۱۷/رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو بعد نماز مغرب عرس تحسینی سے ایک دن پہلے ناچیز اپنے شیخ حضور محدث کبیر کی معیت میں کاشانۂ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ پھاٹک محلّہ سوداگران بریلی شریف میں حاضر ہوا۔ میں نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور محدث کبیر نہایت ہی عاجزی کے ساتھ پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ کی دست بوسی کی ساتھ شہزادۂ تاج الشریعہ علامہ عسجد میاں کی بھی دست بوسی کی، اس وقت ناچیز نے اپنے شیخ سے یہ سیکھا کہ پیر گھرانے کا بچہ بچہ بھی قابلِ تعظیم ہوتا ہے، جبکہ اس سے چند سال قبل جامعۃ الرضا میں میں نے دیکھا کہ علامہ صاحب حضور تاج الشریعہ کی تعظیم میں کھڑے ہیں اور حضور تاج الشریعہ علامہ صاحب کی تعظیم میں کھڑے ہیں، اس سے بارگاہ تاج الشریعہ میں علامہ صاحب کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے، بہر حال نمکین اور چائے سے علامہ صاحب کے صدقے میں ہماری ضیافت ہوئی، ساتھ میں مولانا ابو یوسف ازہری بھی تھے، بعد وہ میرے شیخ نے علامہ عسجد میاں سے ناچیز کا تعارف کرایا اور درخواست کی، وہ ایک ایسا لمحہ تھا جہاں سے انسان کی زندگی کروٹیں لیتی ہے، مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ میں فنا اور بقا کے درمیان کھڑا ہوں، میری تقدیر لباس جسم میں باہر آنے والی ہے، علامہ عسجد میاں درخواست کو حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں

اور حضور تاج الشریعہ ناچیز کے سر کو خلافت و اجازت کے تاج زریں سے مزین کر دیتے ہیں، وہ شب میری زندگی کی شب معراج تھی، پھر اس کے بعد ناچیز نے یہ نہیں سنا کہ حضور تاج الشریعہ نے کسی کو خلافت دی ہے، اس حیثیت سے ناچیز حضور تاج الشریعہ کا آخری خلیفہ ہے، فالحمد للہ علی ذلک، خلافت کی رات عشاء کی نماز ہم لوگوں نے حضور تاج الشریعہ کے کاشانہ پر ہی ادا کی، آپ نے بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی، جب علامہ عسجد میاں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو ہم نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ حضور تاج الشریعہ نے جماعت کھڑی ہونے سے پہلے علامہ عسجد میاں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، غالبا آپ نے اپنے اطمینان قلب کے لئے یہ کیا، بعد جماعت ہم لوگ سنن و نوافل میں مشغول ہوگئے، جبکہ حضور تاج الشریعہ علامہ عسجد میاں کی اقتدا میں نوافل بھی جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ جو شریعت کے تاج ہوں وہ شریعت کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں، اصل مسئلہ جاننے کے لئے بیقرار تھا، جب ازہری گیسٹ ہاؤس میں اپنے شیخ حضور محدث کبیر سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تداعی کے ساتھ نہیں ہے نا، یعنی نفل کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے، تداعی کی مقدار تین سے زیادہ ہے اور یہاں تین سے کم تھے، ناچیز نے یہ بحث درس نظامی میں ضرور پڑھا تھا مگر عملی شکل میں دیکھا نہیں تھا، میرے شیخ نے یہ بھی فرمایا: اگر تم لوگ نہیں ہوتے تو میں بھی شریک جماعت ہو جاتا۔ یہ ہے حضور تاج الشریعہ کا تقویٰ، اس عمر میں جبکہ انسان تلفظ پر پوری طرح قادر نہیں ہوتا ہے، تب بھی اس کی انفرادی نماز ہو جاتی ہے، مگر "قراۃ الامام لہ قراۃ" کے تحت امام کی قرات سے اپنی نماز کی فرض قرأت کو ادا کرنا، فرائض و نوافل میں بھی جماعت کی پابندی کرنا یہ تقویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضور تاج الشریعہ اور فروغِ علم دین

مولانا محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی (رام گڑھ، انڈیا)

عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے "**فروغ علم دین**" کو میں نے اپنا موضوع تحریر بنایا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر علم و فن کے کن کن پہلوؤں کا جائزہ لوں اور کن کو نظر انداز کروں؟

شکار ماہ یا تسخیر آفتاب کروں
میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

باتیں زیادہ، صفحات کم ہیں۔ کائنات علم کو آخر مٹھی میں بند کون کر سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ممدوح کے گھر کا بچہ بچہ علم و فن کا کوہ ہمالہ ہو، پورا کا پورا گھرانہ علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہو، ان پڑھوں سے ہمیں بحث نہیں۔ پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھ لیجیے، حضرت رضا علی خاں ہندوستان کے کس عظیم سپوت کا نام ہے۔ حضرت مفتی نقی علی خاں کس متکلم زمانہ کو کہتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علم و فن کے کس حجت و برہان کا نام ہے، مفتی اعظم حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خاں ہندوستان کے کس متقی و مدبر اعظم کا نام ہے۔ غرض کہ خانوادۂ رضویہ کے افراد و اشخاص کا آپ بہ نظر انصاف جائزہ لیتے ہیں تو حقیقت خود آپ کو بتاتی جائے گی کہ ابھی جو ایشیا و یورپ میں دین و سنیت کی بہاریں ہیں، مدارس اہل سنت کی قطاریں ہیں اور تیرہویں صدی سے لے کر آج تک علما جن کے وارے نیارے ہیں۔ تقریباً سب کے سب اس خانوادے کے بالواسطہ یا بلاواسطہ سنوارے ہیں۔

آپ دنیا کا جائزہ لیں گے تو آپ کو بہت سی ایسی خانقاہیں مل جائیں گی جن کے آباو اجداد اور بانی مبانی نے تو تعلیم و تعلم اور دین و سنیت کے کارہائے نمایاں انجام دیے، مگر آج ان کی مسند پر بیٹھنے والوں کا حال یہ ہے کہ ارکان اسلام سے بھی نا آشنا ہیں۔ وہ دوسروں تک کیا اسلام کا پیغام پہنچائیں گے، جب خود اسلام اور علوم دینیہ سے کوسوں دور ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیا ان کے پاس تعلیم حاصل کرنے کی راہیں مسدود تھیں، کیا انہیں کسی شرعی مجبوری نے علوم اسلامیہ سے غافل رکھا؟ نہیں، بلکہ ان میں " پدرم سلطان بود" کا نشہ تھا، جب دیکھا کہ بچپن ہی سے اپنے آباو اجداد کی نیک نامی کی بھیک مل رہی ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت؟ سفر کی تکالیف اور مدارس میں قید و بندگی کی زندگی گزارنے سے کیا فائدہ؟ بنا بنایا فیلڈ ہے، چمکی چمکائی وکان ہے، بس ادھر مرشد گرامی کی آنکھ بند ہوئی، ادھر جانشینی ہاتھ آئی۔

مگر واہ رے تاج الشریعہ کی ذات! پورا کا پورا ایشیا، بلکہ عالم اسلام آپ کے گھرانے کا معتقد ہے۔ ایک اشارۂ ابرو پر تن، من، دھن کی بازی لگا دینے کو تیار ہے۔ فیض یافتوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ ہر طرف سے آؤ بھگت ہو رہی ہے مگر ان سب کو چھوڑ کر آپ علم کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں ایک سے ایک رجال علم و فن سے علمی تشنگی بجھانے کی کوشش کی، مگر تشنگی بڑھتی ہی رہی ہے۔ پڑھتے گئے، بڑھتے گئے، جب خوب پر نکل آئے تو پرواز کے لئے پر تولنے لگے۔ جامعہ ازہر سے بڑی کوئی دینی درس گاہ نظر نہ آئی۔ بس کیا تھا پرواز کیا اور پھر عالم اسلام کی سب سے عظیم یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ خوب پڑھا، وقت کا صحیح استعمال کیا، آنکھوں کا تیل جلایا، کتابوں میں دماغ کھپایا، رات کو رات نہ سمجھا، جب جامعہ ازہر کا نتیجہ نکلا تو سارے طلبہ بالخصوص طلبہ مصر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ ایک ہند نژاد طالب علم نے اپنے درجے میں وہ نمایاں مقام حاصل کیا ہے کہ سارے رفیق درس جس مقام کو حاصل کرنے کے لئے

ترستے رہتے ہیں۔ آخر ایک عجمی نے ہم عربوں کے ملک میں آکر اپنی شوکت سطوت کا جھنڈا کیسے گاڑ دیا؟

اس طرح جہاں گئے، دور طالب علمی ہی سے اپنی علمی دھاک بٹھاتے رہے اور ایک کامیاب طالب علم کی حیثیت سے جانے جاتے رہے۔ آج اُن ہی محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کہ ان کے ہم پلّہ کوئی نظر نہیں آتا۔ مرجع العلما اور مرجع اصحاب فقہ و تحقیق ہیں۔ آیئے: ذرا اب علمی میدان میں ان کی کارفرمائیاں ملاحظہ فرمائیں:

"فروغ علم دین" آپ کی زندگی کا ایک اَن ٹوٹ حصہ ہے۔ سفر میں ہوں یا حضر میں، ہر جگہ علم و فضل کے جوہر لٹاتے رہے۔ کبھی مسند تدریس پر بیٹھ کر تشنگان علوم دینیہ کو سیر اب کرتے رہے، تو کبھی دارالافتاء کو زینت بخش کر حل المشکلات بنتے رہے۔ کبھی دنیا کے چپے چپے میں گھوم گھوم کر علوم رضا تقسیم فرماتے رہے، کبھی فقہی سیمینار میں علما کی نمائندگی کرکے ان کے علمی تسامحات پر مطلع فرماتے رہے۔

زبان کی بات آئی تو زبان سے اور جب قلم کی بات نکلی تو پھر اپنے قلمی جواہر پارے بکھیر کر وقت کی ضرورت کو پوری کرنے میں لگے رہے۔ غرض کہ علم و فن کی تمام مروجہ شاخوں پر اپنا آشیانہ بناکر موقع محل کی مناسبت سے نغمہ سنجی کرتے رہے۔

تدریس کے ذریعہ فروغ علم دین:

جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد ہندوستان واپس تشریف لاکر اپنے مادر علمی "دارالعلوم منظر اسلام" میں تدریس کے ذریعہ علم و فضل کے گوہر لٹانے لگے۔ یہ ۱۹۶۷ء کا آغاز تھا۔ برادر اکبر حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں نے جب آپ کی تدریس کا نرالا انداز دیکھا تو آپ کو ۱۹۷۸ء میں "صدرالمدرسین" کے اعلیٰ عہدے پر فائز فرمادیا۔ اس طرح آپ یہاں مسلسل 12: سال تک خدمت دین وسنیت میں لگے رہے اور علمی غلغلہ میں اپنے بہت سے معاصرین کو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ کی تدریسی دھمک ہندوستان کے کونے کونے میں محسوس کی جانے لگی، اور تشنگان علوم وفنون آپ کی جانب رخت سفر باندھنے لگے۔ اس طرح جامعہ منظر اسلام آپ کے عہد تدریس میں شہرت و مقبولیت کے بام عروج کو پہنچ گیا۔ چناں چہ آپ کی درس گاہ سے ایسے ایسے علم و فضل کے بادشاہ نکلے کہ آج دنیا انہیں سر آنکھوں پر سجا رہی ہے اور دل میں جگہ دے رہی ہے۔

جب دعوتی اور مذہبی مصروفیات بڑھ گئیں، تبلیغی اسفار کے بغیر چارہ کار نہ رہا تو آپ دارالعلوم منظر اسلام سے علیحدہ ہوگئے، مگر آپ کے عالمانہ ذہن نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ صرف تبلیغی اسفار میں لگے رہیں اور طالبان علوم نبویہ کو یک سر نظر انداز کردیں، چناں چہ آپ نے ایک بار پھر اپنے کاشانہ اقدس میں مسند تدریس کو شرف بخشا اور درس قرآن و درسِ بخاری کے ذریعہ مذہب اسلام کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔ جس میں منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کے طلبہ کثرت سے شریک ہوکر مستفید ہوئے۔

جب "جامعۃ الرضا" قائم ہوا تو وہاں جاکر طلبہ کو آپ نے بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا اور ایک زمانے تک طلبہ جامعۃ الرضا کو اپنے کاشانہ اقدس ہی پر درس دیا کرتے تھے۔ جس میں فضیلت، تخصص فی الفقہ اور افتاء کے بچوں کی حاضری لازمی ہوا کرتی تھی۔ اس طرح آپ اپنی پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کے باوجود فروغ علم دین میں لگے رہے۔

فتویٰ نویسی کے ذریعہ فروغ علم دین:

۱۹۶۷ء میں جب آپ نے تدریسی دنیا میں قدم رکھا تھا، اس وقت سے لے کر اخیر عمر تک فتویٰ نویسی کا اہم فریضہ انجام دیتے رہے۔ بقول مولانا محمد شہاب الدین رضوی ایک اندازے مطابق حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس سے متجاوز ہوگئی ہے۔ (حیات تاج الشریعہ، ص:۲۰) جو اپنے آپ میں ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اپنے ادارہ (جامعۃ الرضا) میں مشق افتاء

کے طلبہ کو درس دیا کرتے تھے، اور انہیں دارالافتاء کے اسرار ورموز سکھا کر فتویٰ نویسی کے لائق بنا دیتے۔ اس طرح فروغ علم دین اور اشاعت سنیت کا کام جاری وساری رہا۔

تقریر کے ذریعہ فروغ علم دین:

درس گاہوں میں تو آپ کی خالص علمی و تحقیقی تقریر ہوتی ہی رہتی تھیں، جب جلسہ گاہوں میں آپ پہنچتے تھے تو وہاں بھی آپ اسلام کا حقیقی چہرہ پیش کرتے۔ کیوں کہ جلسہ گاہ مدارس سے جدا نہیں۔ اگر مدارس طلبہ کے پڑھنے کی جگہ ہیں تو جلسے عوام کے لئے بہترین درس گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چناں چہ آپ ابتدا ہی سے اپنی تقاریر کے ذریعے عوام کو کچھ سکھانے کے درپے رہے اور قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا۔

تحریر کے ذریعہ فروغ علم دین:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ قلم وقرطاس کی اہمیت کے پیش نظر وقتاً فوقتاً کتابیں تحریر فرماتے رہے اور شریعت مطہرہ کی حقیقی تعلیمات پیش کرتے رہے، حتیٰ کہ کثرت اسفار، کثیر دینی مشاغل، بلکہ آنکھوں سے معذور ہو جانے کے باوجود ان کی نئی نئی کتابیں اہل علم کو ذوق تسکین فراہم کرتی رہیں تو اہل علم مزید ورطۂ حیرت میں ڈوبتے رہے کہ آخر اتنی مصروفیات کے باوجود کتابی کام کے لئے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ:

ایں سعادت برور بازو نیست　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی کتابیں کتابوں کے ڈھیر میں اضافے کا سبب نہیں بنتیں، بلکہ وقت کی ضرورت کو پوری کیا کرتی ہیں اور اسلام کا اجالا لے کر آتی ہیں۔ حواشی، تعاریب، تراجم اور تصانیف کی مختلف شکلوں میں آپ کی کتابوں کی تعداد 75: سے زائد ہیں۔

جامعۃ الرضا اور فروغ علم دین:

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے فروغ علم دین کے لئے اپنے طور پر علمی جدوجہد کرنے کے ساتھ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ ایک علمی کارخانہ "جامعۃ الرضا" کھول کر تعلیم کی راہیں ہموار کر دی ہیں جس میں ہر طرف سے تشنگان علوم وفنون جوق در جوق آکر اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔ اس میں محض روایتی شامل نصاب نہیں ہے، بلکہ اس کا نصاب قدیم نافع اور جدید صالح کا حسین سنگم ہے۔

شرعی کونسل آف انڈیا اور فروغ علم دین:

امت کو درپیش جدید مسائل کے حل کے لیے آپ نے "**شرعی کونسل آف انڈیا**" قائم فرمایا، جس کے تحت ہر سال فقہی سیمینار کا انعقاد ہوتا ہے۔ اب تک بے شمار نو پید مسائل کا حل تلاش کیا جا چکا ہے۔ یہ کام آپ کی سرپرستی میں ہر سال بحسن وخوبی انجام پاتا رہا۔ اس طرح آپ کی اس تحریک کے ذریعے چیلنجز کے اس دور میں مسلمانوں کو جدید فقہی مسائل سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

تعلیمی اداروں کی سرپرستی اور فروغ علم دین:

آپ کی علمی و فقہی دل چسپی اور بہترین قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر ہر شخص نے آپ کو سرمہ نگاہ بنائے رکھا اور آپ کے سایہ کرم میں رہنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں تعلیمی اور تنظیمی ادارے آپ کی سرپرستی میں چلتے رہے اور تعلیم و تبلیغ کا یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا رہا۔ پیش ہے چند تعلیمی اداروں کی ایک فہرست، جو آپ کی سرپرستی میں کارہائے نمایاں انجام دیتے رہے:

(۱) جامعہ مدینۃ الاسلام، ہالینڈ (۲) مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف (۳) الجامعۃ النوریہ، بہرائچ شریف (۴) الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ (۵) مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ، برہان پور (۶) مدرسہ اہل سنت گلشن رضا، دھنباد (۷) مدرسہ غوثیہ جشن رضا، گجرات (۸) دارالعلوم قریشیہ رضویہ، آسام (۹) مدرسہ رضاء العلوم، ممبئی (۱۰) مدرسہ تنظیم المسلمین، پورنیہ۔

اس طرح حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو تعلیم سے یا تعلیم کو آپ سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

نوٹ: اس مضمون کو لکھنے میں "**حیات تاج الشریعہ**" (از: مولانا محمد شہاب الدین رضوی) "**انوار تاج الشریعہ**" (از: حافظ شمس الحق رضوی) و "**تجلیات تاج الشریعہ**" (از: مولانا شاہد القادری) سے مدد لی گئی ہے۔

''بلبلِ بُستانِ مدینہ'' اختر رضا بریلوی ﷫ کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی (مالیگاؤں)

علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا المعروف اختر رضا قادری برکاتی ازہری بریلوی عالمِ اسلام کی عظیم روحانی شخصیت تھے۔ علم و عمل، زہد و تقویٰ، استقامت علی الدین، خشیتِ الٰہی، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آپ بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی دینی و علمی، تبلیغی و تدریسی اور تعلیمی و اصلاحی خدمات عالم گیر شہرت و وسعت رکھتی ہیں۔ آپ کی ولادت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں طرۂ امتیاز رکھنے والے ''خانوادۂ رضا'' میں 26 محرم الحرام 1362ھ بمطابق 2/ فروری 1943ء کو ہوئی۔ اور آپ نے 20 جولائی 2018ء بمطابق 6 ذوالقعدہ 1439ھ کو سفر آخرت فرمایا۔ امام احمد رضا بریلوی، علامہ حسن رضا بریلوی، علامہ حامد رضا بریلوی، علامہ مصطفٰی رضا نوریؔ بریلوی علیہ الرحمۃ کی پُر نور امانتوں کے آپ ایک سچے وارث و امین اور جانشین تھے۔ بریلی شریف سے ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے جامعہ ازہر، مصر میں اعلیٰ تعلیم سے فراغت پائی اور گولڈ میڈلسٹ بھی رہے۔ علاوہ ازیں جامعہ ازہر کے سب سے ممتاز اعزاز ''فخر ازہر ایوارڈ'' سے بھی آپ کو نوازا گیا۔

علامہ اختر رضا ازہری بریلوی ﷫ بیک وقت عظیم محدث وفقیہ، مفکر و مدبر، ادیب و خطیب، تصوف و ولایت کے دُرِّ نایاب، دعوت و تبلیغ کے آفتاب و ماہ تاب، رشد و ہدایت کے گلِ خوش رنگ، اور بافیض معلم و مصلح ہونے کے ساتھ ساتھ مقبولِ زمانہ نعتیہ کلام کے عمدہ اور مشہور و معروف نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کا اشہبِ قلم نثر و نظم میں یکساں رواں دواں رہا۔ اردو کے علاوہ آپ کو عربی و فارسی پر بھی عالمانہ و فاضلانہ دسترس حاصل تھی۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہلِ زبان عش عش کر اُٹھتے تھے۔ آپ کے علمی اثاثے میں ایک معتد بہ حصہ عربی نثر و نظم پر مشتمل ہے۔ آپ کو اپنے اسلافِ کرام سے علوم و فنون اور شریعت وطریقت کے ساتھ عشقِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دولتِ عظمٰی بھی ملی۔ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو گھٹی میں پلایا گیا۔ اسی عشق کے اظہار کے لیے آپ نے نعتیہ شاعری کو وسیلہ بنایا اور اپنے اجدادِ عظام کی طرح دنیائے علم و ادب کو ''سفینۂ بخشش'' کے نام سے ایک گراں قدر تحفہ عنایت کیا۔ آپ کا مجموعۂ کلام ''سفینۂ بخشش'' عشقِ رسولِ مقبول ﷺ میں ڈوبی ہوئی نعتوں کا ایک حسین و جمیل اور روح پرور گل دستہ ہے۔ جس میں مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدت مندانہ بیان ہے۔ علامہ اختر رضا بریلوی کی نعت گوئی کو بھی دبستانِ بریلی کے دیگر شعراء کی طرح محض عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اظہار کا مرقع نہیں کہا جاسکتا بل کہ آپ کا کلام فکر و فن، جذبہ و تخیل، زبان و بیان، فنی گیرائی و گہرائی، جدتِ ادا، زورِ بیان، حُسنِ کلام، تشبیہات و استعارات اور صنائع لفظی و معنوی جیسے شعری و فنی محاسن کا آئینہ دار بھی ہے۔

''سفینۂ بخشش'' سے چیدہ چیدہ اشعار نشانِ خاطر ہوں۔

عفو و عظمتِ خاکِ مدینہ کیا کہیے
اسی تراب کے صدقے ہے اعتدائے فلک

اک اشارے سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے
مرحبا صد مرحبا صلِ علیٰ شانِ جمال

گرمیٔ محشر گنہ گارو ہے بس کچھ دیر کی
ابر بن کر چھائیں گے گیسوئے سلطانِ جمال

جو تُو اے طائرِ جاں کام لیتا کچھ بھی ہمت سے
نظر بن کر پہنچ جاتے تجلی گاہِ سرور میں
خاکِ طیبہ کی طلب میں خاک ہو یہ زندگی
خاکِ طیبہ اچھی اپنی زندگی اچھی نہیں

زبان و بیان کی پختگی، ندرتِ خیال، جدتِ اظہار، اختصار و جامعیت، معانی آفرینی، سنجیدگی و شگفتگی، اور برجستگی وغیرہ عناصر ایک اچھے اور خوب صورت کلام کی خوبیاں ہیں جو کہ ''سفینۂ بخشش'' کے اشعار میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ یہ شعری خصوصیات ''سفینۂ بخشش'' کی نعتوں کو تاثیر کے جوہر سے آراستہ و مزین کرتی ہیں۔ حضرت اخترؔ رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حمدیہ و نعتیہ شاعری کے جملہ لوازمات کی پاس داری کا مکمل اہتمام کیا ہے۔ اسی طرح پاکیزہ اوصاف کے حامل ''دبستانِ بریلی'' کے جید شعرائے کرام کے کلامِ بلاغت نظام کے گہرے مطالعہ کی وجہ سے آپ کے کلام کی زیریں رَو میں فصاحت و بلاغت، حلاوت و ملاحت، حزم و احتیاط، حُسنِ معنیٰ اور قادرالکلامی کا جو لہریں لیتا دریا موجزن ہے اُس میں آپ اپنے اسلاف کے پرتو نظر آتے ہیں۔ ''سفینۂ بخشش'' کے نعتیہ کلام میں جو گہرا فنی رچاؤ ہے وہ قاری و سامع کو دیر تک مسحور کیے رہتا ہے اور انھیں ایک کیف آگیں لطف و مسرت سے سرشار کر دیتا ہے۔

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں
تبسم سے گماں گزرے شبِ تاریک پر دن کا
ضیاے رُخ سے دیواروں کو روشن آئینہ کر دیں
دامنِ دل جو سوے یار کھنچا جاتا ہے
ہو نہ اس نے مجھے آج بُلایا ہوگا
سرفرازیِ ازال اُن کو مِلا کرتی ہے
نخوتِ سر جو ترے در پہ جھکا جاتے ہیں

اپنے در پر جو بُلاؤ تو بہت اچھا ہو
میری بگڑی جو بناؤ تو بہت اچھا ہو
گردشِ دَور نے پامال کیا مجھ کو حضور
اپنے قدموں میں سلاؤ تو بہت اچھا ہو
جہاں کی بگڑی اسی آستاں پہ بنتی ہے
میں کیوں نہ وقفِ درِ آں جناب ہو جاؤں

اخترؔ رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری تصوفانہ آہنگ کی عکاسی اور حالِ دل کی ترجمانی کرنے میں جمالیاتی طرزِ اظہار لیے ہوئے ہے۔ غزلیہ انداز میں تقدیسی شاعری کرتے ہوئے آپ نے بڑی ادیبانہ مہارت اور عالمانہ ہنرمندی کا مظاہرہ کیا ہے؛ کہیں بھی لب و لہجہ بوجھل محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی شریعتِ مطہرہ کے تقاضوں کے برعکس کوئی مضمون آپ کے کلام میں نظر آتا ہے۔ داخلیت یعنی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں والہانہ وارفتگی کے ساتھ ساتھ بے ساختگی، جذب و کیف، نغمگی و موسیقیت، سلاست و صفائی، ترکیب سازی، پیکریت، اور سوز و گداز جیسے اعلا ترین جوہر کلامِ اختر بریلوی میں پنہاں ہیں۔ جسے پڑھ کر اہلِ نقد و نظر یقیناً داد و تحسین کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔

جس کی تنہائی میں وہ شمعِ شبستانی ہے
رشکِ صد بزم ہے اُس رندِ خرابات کی رات
پینے والے دیکھ پی کر آج اُن کی آنکھ سے
پھر یہ عالم ہوگا کہ خود کا پتا ملتا نہیں
مہرِ خاور پہ جمائے نہیں جمتی نظریں
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو
میری خلوت میں مزے انجمن آرائی کے
صدقے جاؤں میں انیسِ شبِ تنہائی کے

دشتِ طیبہ میں گمادے مجھے اے جوشِ جنوں
خوب لینے دے مزے بادیہ پیمائی کے
شامِ تنہائی بنے رشکِ ہزاراں انجمن
یادِ جاناں دل میں یوں دھومیں مچائے خیر سے

چھوٹی بحور میں نعت گوئی کرتے ہوئے مؤثر پیرایۂ اظہار میں معانی آفرینی، تراکیب، پیکریت، روانی اور نغمگی جیسے عناصر کے جوہر دکھانا آسان نہیں۔ مگر علامہ اختر رضا بریلوی ﷫ کو اس وصف میں بھی یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ آپ کے چھوٹی بحور پر مشتمل اشعار نہایت معنی خیز ہیں۔ ان میں پوشیدہ غنائیت قاری وسامع کے قلب وذہن کو براہِ راست متاثر کرتی ہے۔

اے مکینِ گنبدِ خضرا سلام
اے شکیبِ ہر دلِ شیدا سلام
مصطفاے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں
جانِ گلشن سے ہم نے منہ موڑا
اب کہاں وہ بہار کا عالم
ہر گھڑی وجد میں رہے اختر
کیجیے اُس دیار کی باتیں
ہر گلِ گلستاں معطر ہے
جانِ گل زار کے پسینے سے
روئے انور کے سامنے سورج
جیسے اک شمعِ صبح گاہی ہے

ہر عاشقِ رسول (ﷺ) یہ چاہتا ہے کہ اُسے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شاد کامی حاصل ہو جائے اور وہ اپنی نظروں میں جمالِ جہاں آرائے گنبدِ خضرا بسالے؛ اختر رضا بریلوی ﷫ نے کس درجہ حُسن وخوبی اور والہانہ انداز میں اپنے سوزِ دروں کو پیش کیا ہے۔ نشانِ خاطر ہو شہ پارہ:

داغِ فرقتِ طیبہ قلبِ مضمحل جاتا
کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مِل جاتا
سبحان اللہ ! مصرعۂ ثانی ع
''کاش گنبدِ خضرا دیکھنے کو مِل جاتا''

کی بار بار تکرار کرنے کو جی چاہتا ہے؛ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ صرف اختر رضا بریلوی کی آواز نہیں بل کہ ''میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے'' کے مصداق ہر عاشق کی آواز ہے۔

اور جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کا مژدۂ جاں فزا حاصل ہو گیا تو قسمت کو گویا معراج مل گئی؛ فرشِ گیتی سے اُٹھ کر عاشق فرازِ عرش پر پہنچ گیا۔ دل کی بے قراریوں اور اضطراب کو ڈھارس بندھاتے ہوئے چشمِ شوق کو آنسو نہیں؛ بل کہ موتی لُٹانے کا پیغام دیتے ہوئے حضرت اختر بریلوی ﷫ راقم ہیں:

سنبھل جا اے دلِ مضطر مدینہ آنے والا ہے
لُٹا اے چشمِ تر گوہر مدینہ آنے والا ہے

اور جب جمالِ سبز گنبد پیشِ نظر ہو گیا تو عاشق کا اندازِ والہانہ یوں نکھر کر سامنے آتا ہے۔ منظر کشی اور تصویریت کا حُسن متاثر کن ہے:

وہ چمکا گنبدِ خضرا وہ شہر پُرضیا آیا
ڈھلے اب نور میں پیکر مدینہ آنے والا ہے
مدینہ آگیا اب دیر کیا ہے صرف اتنی سی
تُو خالی کر یہ دل کا گھر مدینہ آنے والا ہے

اختر رضا بریلوی ﷫ نے اپنی نعتوں کے ذریعہ عقیدہ وعقیدت، فضائل وشمائلِ نبوی اور محبت واُلفتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاکیزہ اظہار کے ساتھ سیرتِ طیبہ کے اہم گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ سنت وشریعت سے دوری کی وجہ سے جو تباہی و بربادی ہمارا مقدر بننے جارہی ہے

اس کی طرف اشارا کرتے ہوئے الحاد و بے دینی اور مغربی کلچر کی یلغار سے اُمتِ مسلمہ کو دور رہنے کی تلقین بھی کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ زندگی پر عمل کرنا، آپ کی تعظیم و توقیر اور آپ کے اسوۂ حسنہ سے والہانہ وملا افتگی ہی ہماری دنیوی اور اُخروی نجات کا وسیلۂ عظمیٰ ہے۔ کلامِ اخترؔ رضا بریلوی کے مطالعہ کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ آپ کے یہاں عصری حسّیت بھی نمایاں ہے جو ایک سچی شاعری کا توصیفی پہلو ہے؛ اس لحاظ سے ''سفینۂ بخشش'' کے شاعرِ محترم ہر اعتبار سے لائقِ تحسین و آفرین ہیں۔

ریت آقا کی چھوڑ دی ہم نے
اپنی مہمان اب تباہی ہے
طوقِ تہذیبِ فرنگی توڑ ڈالو مومنو!
تیرگی انجام ہے یہ روشنی اچھی نہیں
عبث جاتا ہے تُو غیروں کی جانب
کہ بابِ رحمتِ رحماں یہیں ہے
فریبِ نفس میں ہمدم نہ آنا
بچے رہنا یہ مارِ آستیں ہے

الغرض علامہ اخترؔ رضا ازہری بریلوی ؒ کے موئے قلم سے نکلے ہوئے نعتیہ نغمات عقیدت و محبت کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ شعریت کے بناؤ سنگھار سے سجے سنورے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ اسلام میں آپ کے کلام کی دھوم مچی ہوئی ہے، دنیا بھر کے اہلِ عقیدت و محبت آپ کے نعتیہ اشعار کو ذوق و شوق سے گنگناتے ہیں؛ عالمی شہرت یافتہ نعت خواں حضرات بھی علامہ اخترؔ رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کی نغمگی و موسیقیت اور جذب و کیف سے عاشقانِ رسول کو لطف اندوز کر رہے ہیں ۔ تاہم مقامِ حیرت و استعجاب ہے کہ عالمی مقبولیت کے حامل اس عظیم نعت گو شاعر کا ادبی دنیا میں کہیں تذکرہ نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ناقدینِ ادب کی تحریریں اس عظیم نعت گو شاعر کے ذکر سے عاری کیوں؟ اس موقع پر پہنچ کر ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کا یہ چشم کشا خیال پیش کرنا غیر مناسب نہ ہوگا:

''اسلام پسند شاعروں کی یہ بد نصیبی رہی ہے کہ اپنے بھی انہیں ایک محدود فکر کا شاعر گردانتے ہیں۔ ادب اور فن کا جو وسیع کینوس ہے اس کی رنگ آمیزی میں شاعر کی فکر کے عمق پر ان کی نگاہ نہیں جاتی۔ غیر تو ان سے اس لیے صرفِ نظر کرتے ہیں کہ انہیں ایسی فکر کو ابھرنے سے روکنا ہوتا ہے۔ اپنے بھی انہیں مذہب اور اسلام کی اعلیٰ قدروں کے ترجمان کی حیثیت سے پیش کرکے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اردو کے دو عظیم شاعر حفیظؔ میرٹھی اور شفیقؔ جون پوری اسی تعصب کے شکار رہے۔'' (اردو بک ری ویو جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء ص ۴۱)

ڈاکٹر محمود حسن الٰہ آبادی کی یہ بات بالکل درست اور مبنی بر صداقت ہے۔ محض حفیظؔ میرٹھی اور شفیقؔ جون پوری ہی نہیں بلکہ حضرت رضاؔ بریلوی، حسنؔ رضا بریلوی، جمیلؔ بریلوی، نوریؔ بریلوی، اجملؔ سلطان پوری، رازؔ الٰہ آبادی، نظمیؔ مارہروی جیسے کئی اہم شعراء بھی ہمارے ناقدین کے تعصب کا شکار ہوئے ہیں۔ آخر کب تک اسلام پسند شاعروں اور ادیبوں سے ہمارے ناقدین گریز کرتے رہیں گے؟ جب کہ فکر و فن، زبان و بیان کی وسعت اور شعریت کے اعتبار سے ان شاعروں اور ادیبوں نے زبان و ادب کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کے نظریہ کے مطابق'' شاعر کا مقام و مرتبہ فن کے وسیع تناظر میں ہونا چاہیے''۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمارے ناقدین کو اپنے تنقیدی رویّوں میں وسعت لاتے ہوئے نعتیہ ادب پر بھی خامہ فرسائی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک طرح سے زبان و ادب اور لسانیات کی خدمت ہی ہوگی۔ علامہ اخترؔ رضا بریلوی ؒ جیسے عظیم نعت گو شاعر کی شعری کائنات پر اپنی طالب علمانہ تبصراتی کاوش کو انہیں کے ایک شعر پر روکتا ہوں۔

گوش بر آواز ہوں قدسی بھی اُس کے گیت پر
باغِ طیبہ میں جب اخترؔ گنگنائے خیر سے

حضور تاج الشریعہ ازہری میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کچھ یادیں کچھ باتیں

محمد اسلم رضا میمن شیوانی تحسینی (مفتیٔ حنفیہ متحدہ عرب امارات)

حضور تاج الشریعہ حضرت علّامہ مفتی محمد اختر رضا خان اَزہری رحمۃ اللہ علیہ عالَمِ اسلام کی عظیم علمی وروحانی، بلکہ ہمہ جہت عبقری شخصیت ہوئے۔ آپ کے چہرے کا نور دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کرتا۔ آپ حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حُسنِ سیرت واَخلاق کے بھی پیکر تھے۔

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ سے میرا رشتۂ اکتسابِ فیض اُس وقت شروع ہوا، جب میری عمر تقریباً 15 برس تھی۔ جب بھی آپ کراچی تشریف لاتے اور مجھے علم ہوتا، میں ضرور آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتا۔ دَورانِ طالب علمی جب درجۂ رابعہ میں داخلہ کے سلسلے میں میرا "جامعہ اشرفیہ مبارکپور" جانا ہوا، چونکہ میں وہاں ماہِ شوّال کے ابتدائی دنوں میں پہنچ گیا تھا، اور ابھی تعلیمی سال کے آغاز میں دیر تھی، لہٰذا میں بریلی شریف حاضر ہوا، اور تقریباً گیارہ 11 بجے دن حضور تاج الشریعہ کے خاص مہمان خانہ میں ٹھہرنے کا شرف حاصل ہوا، جبکہ ضیافت کا اہتمام بھی حضور کے دَولت خانے سے کیا جاتا تھا۔

حضرت روزانہ صبح ناشتہ کے بعد "بخاری شریف" سے درسِ حدیث دیا کرتے، اور اپنے "حاشیہ بخاری شریف" کے لیے اہم نوٹس بھی لکھواتے۔ مجھے بھی ان دُروس میں نہ صرف شرکت، بلکہ تلاوتِ حدیث کی سعادت بھی حاصل ہوا کرتی، جب کبھی مجھے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی، تو دیگر احباب سے پوچھتے کہ "اسلم رضا کہاں ہے؟"۔ یہ حضرت کی شفقتیں تھیں، جو آج بھی میرے لیے انتہائی حسین روحانی شعور واحساس کا سبب ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کئی عربی کتب ورسائل کا اردو اور عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ آپ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ دَورانِ سفر بھی سلسلۂ تحریر جاری رکھتے۔ 1429ھ /2008ء کے اوائل میں کراچی تشریف لانے سے قبل، مجھے حکم بھجوایا کہ: "اسلم رضا کراچی میں ہوں، تو اُن سے کہہ دو کہ تیار رہیں! کچھ لکھوانا ہے" جب آپ کراچی تشریف لا کر، پیر کالونی میں حافظ اسلم صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوئے، تو مجھے یاد فرمایا اور کہا: "اعلیٰ حضرت کے عربی رسالہ "أنوار المنّان في توحيد القرآن" کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں، جو ابھی کچھ باقی ہے، آپ روزانہ صبح جایا کریں، میں وہ لکھواتا رہوں گا"۔ حسبِ ارشاد میں روزانہ ناشتہ کے وقت حاضر ہوتا، حضور فی البدیہہ اِملاء کراتے اور میَں لکھتا جاتا، اس طرح چند نشستوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ پھر حضرت نے اس کا مسوّدہ میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ "اسے کمپوز کروا لو!" میں نے 1427ھ /2006ء میں کراچی میں قائم اپنے ادارہ "ادارۂ اہلِ سنّت" میں اسے کمپوز، پروف ریڈنگ اور نصوص کی تخاریج سے آراستہ کروا کر شائع کر دیا۔

ایک بار میں نے عرض کی کہ "حضور! آپ دیوبندیوں وغیرہ کے رد پر مشتمل، سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اردو رسائل کا عربی ترجمہ کر چکے ہیں، اب اگر بالخصوص غیر مقلّد سلفیہ کے رَد میں سیّدی اعلیٰ حضرت کی کتاب "قوارع القهّار على المجسّمة الفُجّار" کی تعریب کر دیں تو بہت اچھا ہو!" آپ نے کمال شفقت کے ساتھ اس گزارش کو قبول فرما کر، جلد ہی اس کام کی تکمیل فرما دی، پھر یہ کتاب دِمشق اور مصر سے چھپ کر عرب ممالک میں کئی گمراہوں کے لیے ہدایت کا سامان بنی، والحمد للہ ربّ العالمین!۔

بعض احباب مجھ پر حضرت کی عنایتیں دیکھ کر کہتے کہ "حضور یہ اسلم رضا تو آپ کا مرید بھی نہیں ہے ؟!" تب آپ ارشاد فرماتے کہ "یہ صدر العلماء علّامہ تحسین رضا صاحب کے مرید ہیں، تب ایک ہی بات ہے، اُن کا مرید ہمارا مرید ہے!"۔

1429ھ / 2008ء میں کراچی میں قیام کے دوران ہماری دستار بندی بھی فرمائی، اور خلافت (اجازتِ سلسلہ) کا اعلان بھی فرمایا۔ اسی سال کے اَواخر میں جب مجھے ابو ظہبی اوقاف کے تحت شروع ہونے والے فتویٰ سینٹر کی طرف سے، بحیثیت حنفی مفتی (عربی، اردو کے لیے) پیشکش ہوئی، تب میں نے حضرت سے دعا کے لیے درخواست کی، آپ نے خوب دعاؤں سے نوازا۔ جب باقاعدہ طور پر میں ابو ظہبی منتقل ہوا، تو حضور جب بھی U.A.E تشریف لاتے، مجھ فقیر کو ضرور یاد فرما کر حاضری کا حکم فرماتے، اس طرح میں آپ کی زیارت سے مشرّف ہوا کرتا۔

چند بار ابو ظہبی، عرب امارات میں ہمارے غریب خانے پر بھی قدم رنجا فرمایا، تب میں نے اپنے بیٹے مصطفی رضا کی آپ سے تحنیک کروائی۔ الحمد للہ! میرے پانچوں بچے حضور تاج الشریعہ کے مرید ہیں، اور ان سب کے لیے حضرت نے تحریری سند واجازتِ حدیث شریف بھی عنایت فرمائی ہے۔

2010ء میں جب حضرت ابو ظہبی تشریف لائے، تو ابتداءً میرے ہاں تشریف فرما ہوئے، یہیں کچھ آرام کے بعد تازہ وضو کے ساتھ غالباً مغرب یا عشاء کی نماز ادا فرمائی، اس دَوران آپ کے کئی عقیدت مند، اور وہ عرب علماء جن سے حضرت کا سابقہ تعارف تھا، قرب وجوار سے آپ کی زیارت وصحبت کی غرض سے حاضر ہوئے تھے، ان سب کے ساتھ 10،12 گاڑیوں میں ایک جلوس کی شکل میں، یمن کے مشہور ومعروف عالمِ دِین حبیب علی جُفری صاحب کی طرف روانہ ہوئے، جہاں انہوں نے حضرت سے خصوصی وقت لے کر، نہایت خوبصورت محفل سجا رکھی تھی، بڑے بڑے علماء، مشائخ اور اَحبابِ اہلِ سنّت کو یہ کہہ کر دعوت دے رکھی تھی، کہ آج ہمارے گھر ایک چاند کا ٹکڑا اُترنے والا ہے۔

اس مجلس میں حضرت کا بڑے پر تپاک طریقے سے استقبال کیا گیا، حضرت کے تقویٰ وپرہیز گاری اور علمی وجاہت کا انتہائی لحاظ رکھتے ہوئے، اُن مسائل میں جن میں آپ ایک امتیازی ومحتاط موقف رکھتے تھے (جیسے وڈیو، تصویر کشی اور مروّجہ دف کی حرمت وغیرہ) اس بارے میں کمال اہتمام کا مظاہرہ کرتے ہوئے، میزبان نے علی الاعلان فرمایا کہ آج حضور کی آمد پر ہم ان سارے کاموں سے اجتناب کریں گے؛ تاکہ حضرت کو ایذا نہ ہو، اور پھر وہاں اس اعلان پر خوب عمل بھی ہوا۔ قبلہ جُفری صاحب کے ہاں حضور تاج الشریعہ نے عربی میں نعت شریف پڑھی، اور نہ صرف عام لوگوں نے، بلکہ اوقاف ابو ظہبی کے زیرِ اہتمام فتویٰ سینٹر کے مفتیانِ کرام نے بھی، حضرت سے بعض شرعی مسائل میں رَہنمائی حاصل کی۔

اس مناسبت سے حبیب علی جفری صاحب نے، وہاں موجود علمائے کرام کے لیے حضرت سے اجازتِ حدیث کی درخواست کی، جسے آپ نے قبول فرماتے ہوئے تمام موجود علماء وطلباء کو اجازتِ حدیث شریف عطا فرمائی۔

محفل کے اختتام پر حضرت نے تازہ وضو کرنا چاہا، تو میزبان انہیں اپنے خاص کمرہ میں لے گئے، اور جب آپ نے جرابیں اتاریں، تو حبیب علی جفری صاحب نے انہیں اُٹھالیا، بعدِ فراغت جب حضرت باہر آکر تشریف فرما ہوئے، تو حبیب علی جفری صاحب آپ کے قدموں میں بیٹھ کر جرابیں پہنانے لگے، حضرت نے بہت منع کیا کہ آپ سیّد زادے اور عالمِ دِین ہیں، لیکن میزبان مُصِر رہے اور بالآخر حضرت کو اپنے ہاتھوں سے جرابیں پہنائیں۔ میزبان نے اپنے خاص معاملات کے لیے حضرت سے دعا کی درخواست کی، آپ نے انہیں خوب دعاؤں سے نوازا۔

اس کے بعد بھی حضرت وقتاً فوقتاً متحدہ عرب امارات تشریف لاتے رہے، جہاں حضرت کی بارگاہ میں مجھ فقیر کی بارہا حاضری ہوتی رہی، اور آپ کی زیارت وصحبت کا شرف بھی ملتا رہا۔

اللہ کریم اہلِ سنّت میں ایسے علماء ومشائخ کی کثرت فرمائے! اور ہمیں ان سے فیضیاب فرمائے، آمین!۔

کلامِ تاج الشریعہ میں تردید فرقِ باطلہ

غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن مالیگاؤں)

زہد وورع، تقویٰ وطہارت، شرافت ونجابت، اخلاق و کردار کی چمک دمک، اخلاص کا جوہر اور افکار کی تابندگی نیز علم وعمل کی جولانی ان خوبیوں اور خصائل کا شخص واحد میں یکجا ہو جانا حیرت وتعجب کی بات ہے۔ عصر حاضر میں اس خصوص میں نابغۂ عصر تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری اختر بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی نمایاں وممتاز ہے۔ اکناف عالم میں آپ کے پائے اور رتبے کا کوئی عالم نظر نہیں آتا۔ آپ کی دینی وعلمی، دعوتی وتبلیغی، فکری وفقہی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع، ہمہ پہلو اور ہمہ وصف ہے۔ ان تمام خوبیوں پر مستزاد یہ کہ آپ ایک باکمال اور محتاط نعت گو شاعر بھی ہیں۔

دین پر تصلب واستقامت کا جوہر ورثے میں ملا ہے بایں سبب احقاق حق وابطال باطل میں اس دور میں امتیازی شان رکھتے ہیں جو مثالی بھی ہے اور ایمان افروز بھی۔ مصلحت اور مفاد کے اس ماحول میں جب کہ بہت سے صاحبان جاہ وکلاہ بھی مداہنت سے کام لے لیتے ہیں، تاج الشریعہ کے یہاں عقیدہ و ایمان کے بارے میں کسی قسم کی مصلحت یا سمجھوتے کا گزر تک نہیں بلکہ شریعت کی بالادستی اور پاس داری کا ہر آن پاس ولحاظ رکھتے اور اسی کی تعلیم وتلقین کرتے ہیں۔

آپ عالم اسلام کے مرجع فتاویٰ ہیں، فن تفسیر اور حدیث وفقہ میں مہارت رکھتے ہیں ساتھ ہی شعری ذوق بھی وراثت میں ملا ہے، جدید لب ولہجے میں دسترس رکھتے ہیں۔ تصلب فی الدین اور عقیدے کی پختگی آپ کی شخصیت کے اہم پہلو ہیں اور یہی اوصاف آپ کے شعر شعر میں پیوست و نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور یہ درس امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے کہ: ع

دشمن احمد پہ شدت کیجیے

دین وایمان کی سلامتی کو مقدم رکھنا ہی چاہیے، اگر یہ سلامت نہیں تو جینا کیا جینا ہے، زندگی بے کیف ہو جاتی ہے، اگر ایمان کا جوہر سلامت ہے تو زندگی کا سرور باقی ہے، حیات کی تازگی وتمکنت اور رعنائی باقی ہے اور اس کے لیے ان فرقوں اور گروہوں سے بہر صورت بچنا ہوگا جو عقیدے کو تباہ کر دینے پر آمادۂ پیکار ہیں، جو متاع ایمانی کو لوٹنے کی تاک میں ہر آن لگے ہوئے ہیں، ان کے دام فریب سے آگہی رکھنا، ان کے شر سے قوم کو باخبر کرنا ضروری ہے، اس رخ سے تاج الشریعہ حضرت اختر رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں کافی مواد ملتا ہے اور یہ عہد کی ضرورت بھی ہے اور دین کے فکری اثاثے کے تحفظ کا ایک اہتمام بھی۔

شعراء نے عہد کے تقاضوں کا التزام صنف نعت میں بھی ملحوظ رکھا، اور یہ روایت عہد رسالت سے برابر چلی آرہی ہے، جب کفار مکہ اور دشمنان رسول گستاخی واہانت کے بول بولتے تو ان کی ہجو میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعار کہتے، نعت میں جہاں اوصاف مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے وہیں دشمنوں کی مذمت بھی کرتے اور ان پر تنقید بھی۔ اور یہ سلسلہ بعد کے عہد میں پورے اہتمام کے ساتھ قائم رہا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو مسلمانوں کی ایمانی شوکت وحمیت کا اندازہ ومشاہدہ ہو چلا تھا، انھوں نے مسلمانوں میں انتشار وافتراق کا ایک منظم اور عملی منصوبہ بنایا اور عظمت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقوش دل آویز کو دلوں سے جدا کرنے کے لیے نام نہاد علما

خریدے گئے، ان کے قلم سے بارگاہ رسالت میں گستاخی و اہانت کروائی گئی، بے ادبی اور توہین کے کلمات لکھوائے گئے، اور یوں مسلمانوں میں کئی بدعقیدہ فرقے وجود پاگئے۔ ان میں وہابی، دیوبندی، قادیانی، غیر مقلد وغیرہم زیادہ نمایاں ہیں جن کے لٹریچر میں توہین رسالت کا پہلو کثرت سے ملتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مکر و فریب سے ملت کو خبر دار کرنے کے لیے درجنوں کتابیں تصنیف کیں اور ملت کے اساسی سرمائے "ناموس رسالت" کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا، اس سلسلے میں آپ کے دیوان "حدائق بخشش" کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ اور یہی وصف تاج الشریعہ حضرت اختؔر بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری میں بھی مستور ہے۔

شعر گوئی اور سخن آرائی میں تاج الشریعہ کو خاص ملکہ حاصل ہے۔ اس جہت میں کامیاب گزرنے کے لیے بڑی مہارت و ریاضت نیز مشق درکار ہوتی ہے، لیکن تاج الشریعہ شعر برائے شعر نہیں کہتے بلکہ اظہار عشق اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسکین کے لیے اشعار نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر جلوہ گر ہوتے ہیں، آپ کی شاعری محبت کی آئینہ دار ہے، جس میں عشق و عرفان کی جلوہ سامانی ہے، اور قلبی واردات موروثی امانت کی ترسیل کا نقش جمیل ہے، مولانا قاضی شہید عالم رضوی تحریر فرماتے ہیں:

"تاج الشریعہ کی شخصیت کا بہ غور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ کو دین و مذہب سے والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ موزونیِ طبع، خوش کلامی، شعر فہمی اور شاعرانہ ذوق بھی ورثے میں ملا ہے۔"

شعر و ادب میں نشتریت و تنقید کی فنی حیثیت مسلم رہی ہے، یہ جوہر تاج الشریعہ کے اشعار میں پورے طور پر موجود ہے جیسا کہ اس مضمون میں اسی حوالے سے اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ اس جائزہ کے لیے بہ طور مآخذ آپ کا نعتیہ دیوان "سفینۂ بخشش" (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء) پیش نظر ہے۔

وہابی و دیوبندی علما نے اپنی کتابوں میں جو اہانتیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کی ہیں وہ اس قدر شدید ہیں کہ ایک مومن کا کلیجہ انھیں پڑھ کر کانپ کانپ اٹھتا ہے اور ان سے نفرت کے جذبات خود بہ خود ابھر آتے ہیں، جس کا اظہار کبھی الفاظ میں، کبھی حرکات و سکنات اور گفتگو میں اور کبھی اشعار میں ہوتا ہے۔ تاج الشریعہ کے اشعار میں نشتریت کے اس رنگ کے ملاحظہ سے قبل عشق و وارفتگی کی تپش کا اندازہ لگائیں کہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا داغ سینے میں بس جائے تو وہ ظلمتوں کی تاریکی میں روشنی کا ہالہ بن جاتا ہے، اس رخ سے ہمارے ممدوح کیا دل لگتی بات کہتے ہیں، جو دل میں بس کے رہ جاتی ہے اور فکر کی گہرائی میں اتر جاتی ہے۔

ظلمتوں میں روشنی کے واسطے
داغ سینہ کی حفاظت کیجیے

وارفتگی و جاں نثاری کا درس بھی خوب دیا ہے، جو دل میں نقش کر لینے سے تعلق رکھتا ہے، کیسا ایمان افروز مضمون باندھا ہے کہ ایمان کی کھیتی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، زبان عش عش کر اٹھتی ہے اور مضمون آفرینی کے جلوے شعری حسن کو دوچند کر دیتے ہیں۔

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال و جاں ان پر فدا کر دیں

جب توہین رسالت معمول بن جائے اور گستاخی مشن تو ان کے لیے ذکر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بڑا بھاری ہوتا ہے، اس ذکر سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے، لیکن ایمان والے کی علامت ہے کہ "وصف ماہ طیبہ" اور "ذکر سرکار" سے اپنے قلب بے چین کو تسکین دیتے رہتا ہے، چاہے کسی کی حالت "غیر" ہو جائے، یا حسد سے دل جل جل اٹھیں یا سینے پھکنے لگیں۔

میں وصف ماہ طیبہ کر رہا ہوں
بلا سے گر کوئی چیں بہ جبیں ہے

ذکر سرکار بھی کیا آگ ہے جس سے سنی
بیٹھے بیٹھے دل نجدی کو جلا جاتے ہیں
تیز کیجئے سینۂ نجدی کی آگ
ذکر آیات ولادت کیجئے

دیوبندی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے صحیح روایات کے ساتھ بھی میلاد پڑھنے کو ناجائز بتایا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۱، مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی) تو میلاد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی کیفیت ضرور مضمحل ہو جاتی ہو گی، اسی لیے یہ اس سے خار کھاتے ہیں۔ اور اس کے منانے والوں پر جلتے، برستے اور کڑھتے ہیں۔

وہابی پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا:

"جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں خواہ انبیا ہوں یا اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انھیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے۔" (تقویۃ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند، ص ۷۱)

ان کے ایک دوسرے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

"انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

(تحذیر الناس، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند، ص ۸)

ان دونوں عبارتوں میں کس جسارت اور بیباکی سے شان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں توہین وبے ادبی کی گئی ہے۔ ان میں توہین کے کئی پہلو ہیں، پہلی عبارت میں انبیاء واولیاء کو بے بس کہا گیا، بڑا بھائی کہا گیا ہے۔ دوسری عبارت میں بھی ہمسری بلکہ معاذ اللہ "عمل میں سبقت لے جانے" کا گھناونا عقیدہ رچا گیا ہے۔ حالاں کہ رحمت عالم نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان وعظمت، شرف وفضیلت، اختیار وعطا، نوازش وسخاوت کا یہ حال کہ بہ قول تاج الشریعہ

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے دعویٰ ہمسری کرنے والوں کو یہ آیت مبارکہ دعوت غور وفکر دیتی ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ۔ (البقرۃ: ۲۵۳)

"یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا" (کنز الایمان)

اس کے تحت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی "خزائن العرفان" میں تحریر فرماتے ہیں:

"آیت میں حضور کی اس رفعت مرتبت کا بیان فرمایا گیا اور نام مبارک کی تصریح نہ کی گئی اس سے بھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوے شان کا اظہار مقصود ہے کہ ذات والا کی یہ شان ہے کہ جب تمام انبیاء علیہ السلام پر فضیلت کا بیان کیا جائے تو سوائے ذات اقدس کے یہ وصف کسی پر صادق ہی نہ آئے اور کوئی اشتباہ راہ نہ پا سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ فضائل وکمالات جن میں آپ تمام انبیاء علیہ السلام پر فائق وافضل ہیں اور آپ کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں کہ قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوا "درجوں بلند کیا" ان درجوں کی کوئی شمار قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمائی تو اب کون حد لگا سکتا ہے۔" (خزائن العرفان)

اس صراحت کی روشنی میں ہمسری کا دعویٰ کرنے والے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بڑا بھائی کہنے والے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ ان کی چیرہ دستی کا عقیدہ کھل جاتا ہے۔ فریب آشکار ہو جاتا ہے، تاج الشریعہ نے ایسے بے ادب گروہ پر جو نشتر لگائے ہیں اس کی ایک جھلک دیکھیں

وہی جو رحمۃ للعالمیں ہیں جان عالم ہیں
بڑا بھائی کہے ان کو کوئی اندھا بصیرت کا

وہ رگ جان دو عالم ہیں بڑے بھائی نہیں
ہیں یہ سب پھندے بُرے تیرے بڑے بھائی کے
بھلا دعوے ہیں ان سے ہمسری کے
سرعرش بریں جن کا قدم ہے
کر کے دعویٰ ہمسری کا کیسے منہ کے بل گرا
مٹ گیا وہ جس نے کی توہین سلطان جمال

رفعت و شانِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں خصائص مبارکہ "رحمۃ للعالمین" اور "جانِ عالم" و "رگِ جانِ عالم" کہہ کر منکرین کا رد کیا گیا ہے اور یہ کہ جن کا قدم مبارک عرش بریں پر ہے ان کی عظمت کیسی ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہمسری کا دعویٰ کرنے والوں کے ہاتھ سے ایمان جاتا رہا اور وہ ذلت و نکبت سے دوچار ہو کر بصیرت و بصارت سے بھی عاری ہو گئے۔ جنون خلد میں عقل برباد ہو گئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے "فتاویٰ رشیدیہ" (ص۵۹۷) میں کوّا کھانے کو ثواب لکھا ہے۔ ان کے اس پہلو پر نشتر زنی ملاحظہ ہو۔

جو جنون خلد میں کوؤں کو دے بیٹھے دھرم
ایسے اندھے شیخ جی کی پیروی اچھی نہیں
عقل چوپایوں کو دے بیٹھے حکیم تھانوی
میں نہ کہتا تھا کہ صحبت دیو کی اچھی نہیں

دوسرے شعر میں مولوی اشرفعلی تھانوی کے اس عقیدے کا رد ہے جو اس نے علم مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے انکار میں لکھا:

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان، مطبوعہ دارالکتاب دیوبند، ص۱۵)

تو اس نے علم غیب کو حیوانات کے علم سے تشبیہ دی (معاذاللہ) اس نے تو گویا اپنی عقل چوپایوں کو دے ڈالی اور حق کے راستے سے الگ ہو بیٹھے۔ علمِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے: اَلرَّحْمٰنُo عَلَّمَ الْقُرْاٰنَo (الرحمٰن: ۱۔۲) "رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا" (کنزالایمان)

خود حق تعالیٰ جس ذات کا پڑھانے والا ہو اس کے علم کی بلندی کا کیا عالم ہو گا۔ انسانی عقلیں اس کی بلندی کو نہیں ناپ سکتیں۔ حاسدین کا حال تاج الشریعہ کی زبانی سنیے۔

ان کا سایہ سروں پر سلامت رہے
منہ سڑاتے رہیں یوں ہی دشمن سدا
ان کے حاسد پہ وہ دیکھو بجلی گری
وہ جلا دیکھ کر وہ جلا وہ جلا
وہ جلیں گے ہمیشہ جو تجھ سے جلیں
مر کے بھی دل جلوں کو نہ چین آئے گا

محبت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایمان کی جان ہے، اس محبت و الفت کے ساتھ جو سجدہ بارگاہ الٰہی میں کیا جائے گا، مقبول ہو گا، بغیر اس محبت کے سجدہ قبول نہ ہو گا اور ماتھے سے دل کی سیاہی کا داغ ہویدا ہو گا۔

جبین وہابی پہ دل کی سیاہی
نمایاں ہوئی جیسے ہو مہر شاہی
کہ ایں سجدہ ہائے بغیر محبت
نہ یابند ہرگز قبول از الٰہی
سجدہ بے الفت سرکار عبث اے نجدی
مہر لعنت ہیں یہ سب داغ جبیں سائی کے

وسیلے سے متعلق دلائل و براہین کے انبار موجود ہیں، اس کے باوجود وہابیہ وسیلے کے منکر ہیں۔ قرآن مقدس کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ (المآئدۃ:۳۵)
"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو" (کنز الایمان)

انبیاء و اولیاء، بارگاہِ الٰہی کے مقبولین و محبوبین ہیں اور وسیلہ۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی کے لیے بھی وسیلہ درکار ہے۔ آیت مذکورہ کے حوالے سے تاج الشریعہ کا یہ شعر دیکھیں۔

ابتغوا فرما کے گویا رب نے یہ فرما دیا
بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں

نجدی تحریک کو پروان چڑھانے میں انگریزوں کی معاونت و مشاورت رہی ہے جس کے شواہد بھی موجود ہیں۔ اس تحریک نے حجاز مقدس پر قبضہ جمایا، مسلمانوں سے قتال کیا، مال و اموال چھینے، مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے عائد کیے، مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی۔ ان کے ہاتھوں جاری تباہی و بے حرمتی کے ضمن میں تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ نے دعائیہ انداز میں حجاز سے ان کے انخلا کا مضمون بڑی فنی مہارت سے باندھا ہے۔

نجدیوں کی چیرہ دستی یا الٰہی! تابکے
یہ بلائے نجدیہ طیبہ سے جائے خیر سے
دفع ہو طیبہ سے یہ نجدی بلا
یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عجلت کیجئے
دفع طیبہ سے ہو یہ نجدی بلا
یارسول اللہ عجل بالجلاء

وہابیہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھی منکر ہیں۔ اس تعلق سے "تقویۃ الایمان" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ "رسولِ خدا مر کر مٹی میں مل گئے۔" (ص۱۹) معاذاللہ۔ اس عبارت کو تقویۃ الایمان کے جدید ایڈیشن میں تحریف سے بدل دیا گیا ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی تحریر فرماتے ہیں: "انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام و علمائے دین و شہدا و حفاظانِ قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی معصیت نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی، جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں یہ خبیث کلمہ کہے کہ "مر کر مٹی میں مل گئے" گمراہ بددین خبیث مرتکب توہین ہے۔" (بہار شریعت، حصہ اول، ج۱، مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی، ص۲۷۔۲۸)

اس بابت تنقید کا رنگ ملاحظہ ہو اور حیات النبی ﷺ سے متعلق عقیدے کی صراحت کا واضح پہلو بھی۔

مر کے مٹی میں ملے وہ نجدیو! بالکل غلط
حسب سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطان جمال

اشعار تاج الشریعہ سے، اس مضمون میں وہابیہ کے رد و ابطال میں نشتریت کے صرف چند نمونے پیش کیے گئے۔ انشاءاللہ پھر کبھی مزید اشعار کا جائزہ پیش کیا جائے گا اور باطل فرقوں کے سدِباب کے دوسرے شعری محرکات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ ضرورت ہے کہ اعتقادی خدمات اور فروغ حق کے موضوع پر "سفینۂ بخشش" کا علمی جائزہ لیا جائے یہ کام بزم ادب کا کوئی شناور ہی کر سکتا ہے ایسے محققین کو اس سمت توجہ کرنی چاہیے۔ اسی طرح ذکر کردہ موضوع پر تاج الشریعہ کا نثری اثاثہ جو تصانیف و تالیفات نیز فتاویٰ پر مبنی ہے وہ بھی خاصی اہمیت رکھتا ہے نیز ان سے اعتقادی پختگی اور ایمان کی مضبوطی کا درس ملتا ہے۔

نوٹ: یہ مضمون حضور تاج الشریعہ کی حیاتِ ظاہری میں لکھا گیا تھا۔ علم و فضل کا یہ آفتاب 7 ذی قعدہ 1439ھ / 20 جولائی 2018ء بروز جمعہ شہر بریلی میں اپنی تابانیاں بکھیر کر روپوش ہو گیا۔

☆☆☆

ممتاز شخصیات کے پیغامات کی روشنی میں تعارف اعلیٰ حضرت

(1986ء تاحال سالانہ مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس سے ممتاز شخصیات کے پیغامات سے اقتباسات)

تیسری قسط

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

1997ء کی کانفرنس کے موقع پر مجلّہ کے پیغامات:

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو 12مارچ 1997ء/ 1417ھ بروز بدھ ایک عظیم نقصان ہوا جب ادارے کے ایک اور اہم سرپرست محقق عصر، استاذ الاساتذہ، عظیم مقدمہ نگار، ادیب اور شاعر بریلی شریف اور دارالعلوم امجدیہ میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر مشاعروں کے روح رواں حضرت مولانا شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی وفات پاگئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ دارالعلوم امجدیہ میں ادا کی گئی اور حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری (م2016ء) نے جنازے کی نماز میں امامت فرمائی۔ آپ کی تدفین کراچی کے معروف قبرستان سخی حسن میں کی گئی۔ آپ کی مزار مبارک پر آپ کا ہی لکھا ہوا یہ قطعہ لکھوایا گیا ہے:

وہ جو اک مقدمہ نگار تھا
وہ جو اک ادیب شہیر تھا
جسے کہتے تھے شمس بریلوی
یہ اسی کی لوح مزار ہے

راقم کی حضرت شمس بریلوی سے آخری ملاقات ان کے وصال سے 15 روز قبل ہوئی تھی ان دنوں آپ اپنے بڑے داماد جناب سرتاج صاحب کے ڈیفنس کے گھر میں مقیم تھے اس آخری ملاقات میں آپ نے مجھے چلتے چلتے فارسی کا جو قطعہ سنایا تھا اس کی حقیقت 15 دن بعد ان کے وصال کی خبر سے ظاہر ہوئی:

در راہ بقا باغ وصحرا بگذشت
تلخی وخوشی و ذشت وزیبا یگذشت
ہیہات کہ بیشتر عمر فانی
بے طاعت ایزد تعالیٰ بگذشت

محترم المقام جناب طارق سلطان پوری (المتوفی 2015ء) کے چند مادہ ہائے وصل ملاحظہ کیجئے:

ترجمان افکارِ رضا، 1997ء، خاصہ فکرِ رضا 1997ء۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے حضرت شمس بریلوی کی یاد میں مقامی ہوٹل میں ایک علمی وادبی نشست کا اہتمام کیا تھا جس کی صدارت حضرت علامہ مولانا جمیل احمد نعیمی مدظلہ العالی نے فرمائی تھی جب کہ مہمانِ خصوصی کے طور پر ملک کے ممتاز دانشور اور وائس چانسلر جامعہ کراچی محترم جناب پروفیسر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب نے شرکت فرمائی اس نشست کے مقرر خاص پروفیسر جمیل اختر خاں صاحب تھے جو شعبہ اردو کے پروفیسر اور صدر نشین تھے ان کے خطاب کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"علامہ شمس بریلوی ان علماء میں تھے جو ایک دو نہیں بیسیوں علوم پر دسترس رکھتے تھے میر حسن کی مثنوی سحر البیان پر علامہ شمس بریلوی کا مقدمہ اتنا جامع ہے کہ ایسی تحریر اس سے قبل میری نظر سے نہیں گزری، شاعری کے علاوہ انھوں نے تراجم کئے، مقدمات لکھے اور تحقیقی و تصنیفی کام بھی کیا۔ عہد حاضر میں علامہ شمس بریلوی اردو ادب کے سب سے بڑے مقدمہ نگار تھے۔ ان کی یاد میں محفل کے انعقاد پر ادارے کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس 1998ء، ص83)

محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے اپنے خطبہ میں جو کچھ بیان فرمایا اُس کا بھی خلاصہ ملاحظہ کیجئے:

''حضرت شمس بریلوی کا علم، علم نافع تھا۔ آج ان کے بعد بھی ان کا علم نفع پہنچا رہا ہے ان کے کارناموں سے اہل علم کو متعارف کرانے کا ادارہ جو علمی و تحقیقی کام کررہا ہے وہ لائقِ تحسین ہے۔ علامہ شمس بریلوی نے اپنے عہد کے علم وادب کی نشوونما کی چنانچہ ہم یہ کہنے میں کوئی عار یا آر محسوس نہیں کرتے کہ ان کی شخصیت عہد ساز تھی۔''

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1998ء، ص83)

آپ کے وصال کے باعث نہ صرف ادارہ بلکہ اردو ادب کی دنیا ایک عظیم ادیب، شاعر، مقدمہ نگار سے محروم ہوگئی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلندی عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قربِ خاص عطا فرمائے آمین!

1997ء کی سالانہ کانفرنس 13 جون 1997ء میں ہوٹل شیر ٹن میں منعقد ہوئی جس کی صدارت اس وقت کے کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر قاسم رضا صدیقی نے کی جب کہ مہمانِ خصوصی کے طور پر ممبر سینٹ آف پاکستان جناب اجمل خٹک تشریف لائے تھے جو اس وقت عوامی نیشنل پارٹی کے صدر بھی تھے۔ اس موقع پر مجلّہ کے لیے مندرجہ اعلیٰ شخصیات کے پیغامات موصول ہوئے:

(۱)۔ جناب وسیم احمد سجاد، چیئرمین سینٹ آف پاکستان، (۲)۔ جناب الٰہی بخش سومرو، اسپیکر قومی اسمبلی، (۳)۔ جناب اجمل خٹک، صدر عوامی نیشنل پارٹی و ممبر سینٹ، (۴)۔ جناب معراج خالد ڈائریکٹر انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، (۵)۔ محترم سیدہ عابدہ حسین وفاقی وزیر حکومتِ پاکستان، (۶)۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر قاسم رضا صدیقی، وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی، (۷)۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ڈین و پرنسپل اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، (۸)۔ ڈاکٹر محمد اسلم سید، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹوریکل اینڈ کلچرل ریسرچ، عوامی نیشنل پارٹی کے صدر اور ممبر سینٹ آف پاکستان جناب اجمل خٹک صاحب نے بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی اور اپنے خطاب میں انہوں نے امام احمد رضا کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تعلیمات پر چل کر ہی اس ملک میں امن قائم ہوسکتا ہے آپ نے مزید فرمایا:

''میں نے بچپن سے امام احمد رضا خاں کا نام سنا ہے، مجھے فخر ہے کہ فاضل بریلوی کا تعلق ہمارے علاقے سے تھا، فاضل بریلوی سے ہمارا رشتہ عشقِ رسول کا رشتہ ہے اور یہ ہی نکتہ اجماعِ امت کا وسیلہ بن سکتا ہے''۔

انہوں نے مزید ادارے کی پذیرائی کرتے ہوئے کہا:

''میں ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، نیز میری گذارش وخواہش ہے کہ پشاور اور سرحد کے دیگر علاقوں میں بھی اسی طرح کی کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔''

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، روداد 1997ء، مجلّہ 1998ء، ص89)

محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر جو پنجاب یونیورسٹی میں ڈین فیکلٹی آف اسلامک واورینٹل علوم تھے وہ اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''حضرت امام احمد رضا خاں ہمارے برصغیر پاک وہند کی ایک مظلوم و محروم علمی شخصیت ہیں، کیونکہ آپ کے مخالفین نے عدل و انصاف سے کام نہیں لیا۔ جس مرتبہ و مقام کے وہ مستحق تھے وہ انہیں نہیں دیا جاسکا لیکن سچائی چھپانے سے کب تک چھپی رہ سکتی ہے، وقت کی جابرانہ گردش حقائق کو بے نقاب کرکے چھوڑتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جیسے جیسے اہلِ علم وفضل تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہوکر اعلیٰ حضرت کے علمی وادبی ورثے کا مطالعہ کرینگے بہت ساری غلط فہمیاں اور غلط بیانیاں اپنی موت آپ مرجائینگی۔

فاضل بریلوی ایک بسیار پہلو شخصیت کے مالک ہیں اور ہر پہلو ہمہ طور پر پرکشش اثر انگیز اور دلچسپ ہے وہ جس فن کے میدان میں اترتے ہیں ہر جگہ سے فاتحانہ مراجعت کرتے نظر آتے ہیں۔ حضرت امام کی یہ فتوحات ایک مدت تک اہلِ فکر و نظر کے لیے مرکزِ نگاہ رہے گی اور وہ تحقیقاتِ امام احمد رضا جیسے عظیم اداروں کا کردار آنے والے وقتوں کے لیے سنگِ میل ثابت ہو گا۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1997ء، ص28)

ڈاکٹر محمد اسلم سید صاحب جو ڈائریکٹر تھے National Institute of Historical and Cultural Research، اپنے انگریزی پیغام میں رقمطراز ہیں:

"It is indeed pleasure for me to convey my deepest regards and best wishes to you for undertaking a very important project in research as well as in seminars and conferences to disseminate the contribution of Imam Ahmad Raza in Pakistan. Needless to say that Imam Ahmad Raza was not only a prominent scholar, saint and theologian, but also one of the first architects of Muslim brotherhood in the subcontinent. He tried to highlight those features of south Asian Muslims which unite them and emphasized the tradition of tolerance, understanding and mutual appreciation amongst different sects of Islam. By undertaking this challenge of proper appreciation of his ideas at a time when the Ummah needs such messages which could unite them against those forces which want to create tensions amongst us. Is indeed a commendable effort. I wish your organization a success in all your future pursuits which I am sure will bring positive results in bringing harmony and understanding between various sections of our community."

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1997ء، ص29)

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو صاحبہ جو ان دنوں جامعہ سندھ جامشورو میں رئیس کلیہ معارفِ اسلامیہ تھیں اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی مکمل تعلیمات کو سمیٹ لیا ملاحظہ کریں آپ کے پیغام کا متن:

"مجھے یہ جان کر بے انتہا خوشی ہوئی ہے کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا حسب سابق اس سال بھی برصغیر پاک و ہند اور عالم اسلام کی ایک مستند اور نابغۂ روزگار شخصیت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کر رہا ہے۔ جس میں دنیا بھر سے محقق، مدبر، مفکر، علمائے عظام اور بزرگانِ دین کی شرکت متوقع ہے۔

امام احمد رضا نے تقریباً ستر مختلف علم و فنون پر ایک ہزار کتابیں تحریر فرمائیں، آپ نے تقریباً سو سال قبل مسلمان برصغیر کے لیے خصوصاً اور پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک فکری انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے اپنی تصنیفات، تالیفات اور تبلیغی عمل کے ذریعے شکست خوردہ اور مایوسی و ناامیدی کی شکار ملّتِ اسلامیہ کو ایک ولولہ تازہ دیا اور حُبِّ رسولِ کونین ﷺ کو ایمان وایقان کی بنیاد قرار دیتے ہوئے روحانیت کی نئی کیفیتوں سے ہمکنار کیا۔ اسلام کی آفاقیت، باہمی اتحاد و ہم آہنگی، خالقِ کائنات کی بندگی اور محبوب خالق کائنات ﷺ سے محبت ان کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ رہے۔

آپ نے علمی اور فکری میدان میں دو قومی نظریے کو تقویت دی اور مسلمانوں برصغیر کے لیے علیحدہ مملکت کے تصور کو جلا بخشی، میں سمجھتی ہوں کہ امام احمد رضا کی تعلیمات، ان کی شخصیت ان کا کردار ہمارے لیے آج بھی مشعل راہ ہیں اور ان کی پیروی میں ہی ہمارے گوناں گوں مسائل کا حل مضمر ہے۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1997ء، ص27)

اس سال مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس میں بھارت کے معروف نقاد اور شاعر پروفیسر وسیم بریلوی جو ان دنوں بریلی پوسٹ گریجویٹ کالج کے صدر شعبۂ اردو تھے ان کے ایک مقالے کا اقتباس بعنوان "سرمایہ سعادت" یہاں ضرور شیئر

کرنا چاہوں گا جس میں انہوں نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کو اردو شاعری کی 2 سو سالہ تاریخ میں اعلیٰ نمونہ قرار دیا:

"ایک بڑا تخلیقی ذہن اپنے عہد کے تنقیدی معیاروں کو بے حقیقت بنانے کا فن جانتا ہے۔ غیر شعوری طور پر ہی وہ کچھ ایسا کر جاتا ہے کہ تنقید اس کے فن سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کر پاتی۔ اردو شاعری کے ناقدین نے "میر" سے لیکر "فراق" تک سبھی کے قد ناپے مگر اردو غزل کے بہترین پارکھ نے بھی یہ ہمت نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے منفرد رکھ رکھاؤ سے بحث کر سکتا۔ اردو کے بڑے شاعروں کا سارا بڑا پن شاعرانہ سحر کاریوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان سب کا جلوہ ایک جگہ اور پورے فکری و فنی التزام کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو فاضل بریلوی کی "حدائق بخشش" دیکھیں۔

یہاں میر کی دردمندی بھی ہے، غالب کا تفکر بھی، مومن کی شائستہ نظری بھی ہے، سودا کی خلاقی ذہنی بھی، درد کی عارفانہ سادگی بھی ہے، ذوق کی زبان دانی بھی، اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے، حالی کی عاجزی وانکساری بھی، جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے، فانی کی فلسفیانہ نظری بھی، حسرت کی واقعیت بھی ہے اور اصغر کی معرفت پسندی بھی۔

کہنا یہ ہے کہ اردو شاعری کی دو سو سالہ تاریخ میں جو طرزِ فکر کا اعتبار رونما ہوا ہے اس کی اعلیٰ ترین عکاسی کا بہترین نمونہ حضرت فاضل بریلوی کی نعت نگاری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ایک رنگ کی تلاش میں ہزار رنگوں سے ہو کر نہیں گزرے۔ قدرت کا ان پر احسان تھا کہ ان کی نگاہ حقیقت شناس اٹھی تو محبوب حق پر، رکی تو محبوب حق پر۔ ایک ہی رنگ میں آنکھ ایسی رنگی کہ جملہ مظاہر کائنات حسن نگاہ ہو کر رہ گئے۔ عشقِ رسول میں غرق ہو کر انہیں شاید خود اندازہ نہ ہو کہ وہ اردو کی اعلیٰ ترین شاعری کے کن کن مقامات کو چھو گئے۔ وہ تو عشقِ سرورِ عالم میں غلطاں رہے، انہیں کیا پتہ کہ ان کے عشق میں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ان کا کہا ہوا نہیں لگتا۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی کہلوا رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں۔ یہ بات اردو کے کسی شاعر کے یہاں ہے ہی نہیں۔ اس لیے ان کی شاعرانہ انفرادیت کو کسی بھی بڑے سے بڑے ناقد شعر کے لیے تسلیم کرنا سرمایہ سعادت سے کم نہیں۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1997ء، ص45)

آخر میں ڈائریکٹر آف ایجوکیشن برائے اسکول کراچی محترم جناب پروفیسر انوار احمد زئی کے مقالے "ایشیا کا عظیم محقق" سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے جس میں آپ نے بتایا کہ اللہ عزوجل نے امام احمد رضا سے ان کی عمر (64 سال) سے بھی 10 گناہ زیادہ کام لیا آپ رقمطراز ہیں:

"ایک دفعہ افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری عمر سے دس گناہ زیادہ کام میرے ذمے فرمادیا ہے اگر دس آدمی میری مدد کو ہوتے تو جو کچھ سینے میں ہے کسی قدر باہر آجاتا اور ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری عمر سے دس گناہ کام لے لیا ہے۔ یہ اس کا انتہائی فضل و کرم ہے۔"

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1997ء، ص40)

غالباً اسی تحدیث نعمت پر فرمایا:

کام وہ لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑو درود

امام احمد رضا کانفرنس 1998ء:

6/جون 1998ء میں ہالی ڈے ان کراؤن پلازہ ہوٹل کراچی میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ظفر علی نعمانی کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی جس میں وفاقی وزیر تعلیم جناب جسٹس سید غوث علی شاہ اور مصر کی معروف درسگاہ جامعۃ الازھر سے تشریف لائے ہوئے محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر سید محمد حازم المحفوظ الازہری مہمانان خصوصی تھے اسی کانفرنس میں الازھر کے نوجوان فاضل ریسرچ اسکالر جناب علامہ مولانا مشتاق احمد الازھری نے بھی اپنا عربی زبان میں مقالہ

پیش کیا تھا۔ مولانا مشتاق الازھری پہلے پاکستانی طالب علم ہیں جنھوں نے جامعۃ الازھر سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ایم فل کا مقالہ بعنوان الامام "احمد رضا واثرہٗ فی الفقہ الحنفی" لکھ کر سند حاصل کی تھی اس مقالے کو ادارے نے 2005ء میں شائع بھی کیا تھا۔ ادارے کی طرف سے مولانا مشتاق کو امام احمد رضا ریسرچ سلور میڈل بھی پیش کیا گیا تھا۔

اس سال کانفرنس کے موقع پر مجلّہ امام احمد رضا میں پیغامات بھیجنے والوں میں ملک کی کئی مقتدر شخصیات شامل تھیں جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔ جناب سردار محمد ابراہیم خاں، صدر آزاد جموں وکشمیر۔
(۲)۔ راجہ محمد ظفرالحق وفاقی وزیر مذہبی امور واقلیتی امور۔
(۳)۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں، ریسرچ لیبارٹیز کہوٹہ، حکومت پاکستان۔
(۴)۔ میاں انوار الحق رامے، وفاقی پارلیمانی سیکریٹری حکومت پاکستان۔
(۵)۔ حاجی محمد اکرم انصاری، وفاقی پارلیمانی سیکریٹری صنعت و تجارت حکومتِ پاکستان۔
(۶)۔ جناب صغیر اسد حسن، چیف سیکریٹری حکومت آزاد کشمیر۔
(۷)۔ ڈاکٹر نذیر احمد مغل وائس چانسلر، سندھ یونیورسٹی جامشورو۔
(۸)۔ پروفیسر ڈاکٹر عاشق محمد خاں درانی وائس چانسلر بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان۔
(۹)۔ جناب نذیر ناجی، چیئر مین اکادمی ادبیات، پاکستان۔
(۱۰)۔ جناب محمد ذاکر علی علیگ، مدیر ماہنامہ تہذیب، کراچی۔

اب ملاحظہ کریں اوپر درج کئے گئے ناموں میں سے چند اہم شخصیات کے پیغامات میں سے اقتباسات محترم المقام جناب سردار محمد ابراہیم خاں صدر آزاد کشمیر امام احمد رضا کو عظیم فقیہ اور مذہبی رہنما قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"برصغیر میں مسلم اقدار کے تحفظ، مسلمانوں میں دینی تعلیم کے فروغ، سماجی شعور کی ترویج اور مسلمانوں کے جداگانہ سیاسی وسماجی تشخص کے تحفظ کے لیے آپ کی خدمات جلیلہ سنہری حروفوں سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1998ء، ص15)

مملکت پاکستان کے نامور ایٹمی سائنسدان اور پاکستان میں ایٹم بم کے موجد اور خالق اور پاکستان کے دفاع کو ناقابلِ تسخیر بنانے والے محبِ وطن فخر پاکستان محترم المقام عزّت مآب جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں جو ڈاکٹر اے کیو خاں ریسرچ لیبارٹریز کہوٹہ پلانٹ کے ڈائریکٹر اور روحِ رواں ہیں امام احمد رضا کی 18ویں سالانہ کانفرنس 1998ء کے موقع پر اپنے پیغام میں امام احمد رضا کے سائنسی نظریات کو قدر کسی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رقمطراز ہوئے:

"آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس شناسائی بھی ہے۔ سورج کو حرکت پذیر اور محوِ گردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑے اہمیت کے حامل ہیں"۔ (مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1998ء، ص21)

حکومت پاکستان کے وفاقی پارلیمانی سیکریٹری برائے صنعت وتجارت محترم المقام جناب حاجی محمد اکرم انصاری اپنے پیغام میں امام احمد رضا کو مجدد تسلیم کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"آج ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ آپ بلاشبہ اپنے دور کے مجدد تھے۔ اس وقت جب اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے قلوب سے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نکالنے کی سازشیں کر رہی تھیں حضرت امام نے ان کی سازشوں کو بے نقاب کیا"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1998ء، ص23)

جامعہ بہاؤالدین ذکریا کے شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر عاشق محمد خاں درانی صاحب نے امام احمد رضا کو علوم عقلی اور نقلی کا جامع ذات قرار دیتے ہوئے جو اظہارِ خیال فرمایا وہ ملاحظہ کیجئے:

"امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اپنے عہد کی علوم عقلی اور نقلی کی جامع ذات تھی۔ تحریکِ سرسید نے

جس تعقل پرستی کو عام کیا امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک نے اس کے بالمقابل دلوں کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گرمایا اور عقل کے بجائے جذبے سے سوزِ یقین پیدا کیا۔ عالم اسلام کے اتحاد کے لیے عشقِ مصطفیٰ ہی کو جذبہ محرک بنایا جاسکتا ہے۔ تحقیقی ادارہ جو امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے فروغ کے لیے کام کر رہا ہے وہ یقیناً ملک وملّت کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آشنا کر رہا ہے"۔(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،1998ء، ص28)

Pakistan Academy of Letters یعنی اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین محترم جناب نذیر ناجی نے امام احمد رضا کو صرف اپنے عہد ہی کی نہیں بلکہ آنے والے عہدوں کی شخصیت قرار دیا جن سے ہر عہد کے لوگ فیض یاب ہوتے رہیں گے ملاحظہ کریں ان کے پیغام کا متن:

"بعض شخصیات ایک عہد میں پیدا ہوتی ہیں اور اپنے کارناموں سمیت اسی عہد میں ختم ہو جاتی ہیں مگر بعض شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جو اگرچہ اپنے علم وفضل کے باب، ایک عہد میں کھولتی ہیں مگر ان کے اثرات آنے والے زمانوں تک پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے اپنے زمانے میں اور ان کے بعد آنے والے زمانے کے لوگ ان سے اس طرح مستفیض ہوتے ہیں کہ وہ شخصیت ہر عہد میں زندہ وجاوید رہتی ہے۔ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی بھی ان بزرگانِ دین میں شمار ہوتی ہے جن سے لوگ آج تک فیض یاب ہو رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات اور عملی کاوشوں سے جس طرح اسلامی تشخص کی تعمیر وتشکیل، اور سیرت طیبہ کی تفسیر کی وہ ہر صالح مسلمان کے لیے دونوں جہان کی بھلائی کا درجہ رکھتی ہے۔ جہاں ایک طرف ذاتِ الٰہی سے ان کی والہانہ وابستگی ہر مسلمان کے لیے قابلِ رشک ہے، وہیں ان کی نعتوں کے وسیلے سے پیغمبر خاتم المرسلین سے ان کے پیار واحترام کے رشتے ہر صاحبِ دل کے لیے رموز گوشے وا کرتے ہیں۔ جہاں اسلام کی حقیقی روح رواں دواں نظر آتی ہے۔

حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار کتب تحریر فرمائیں، جن میں ذات وکائنات اور دین ودنیا کے ہر موضوع پر ان کے عالمانہ ارشادات ان کے علم وفیض کے گواہ ہیں۔ ایسی شخصیات کی یاد ہر سال تازہ کرنا ہم سب پر فرض ہے میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اراکین کو حضرت امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں کانفرنس منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے کانفرنس کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں"۔(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس،1998ء، ص29)

آخر میں ملاحظہ کریں جناب محمد ذاکر علی علیگ کا پیغام جو علیگڑھ مسلم یونیورسٹی اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کراچی سے نکلنے والے ماہنامہ تہذیب کے مدیر اعزازی رہے آپ نے امام احمد رضا کو دینِ اسلام کا ایک بڑا دینی دانشور قرار دیا اپنے تفصیلی پیغام میں رقمطراز ہیں:

"ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ایک فعال ادارہ ہے جو گزشتہ اٹھارہ برسوں سے سرگرمِ عمل ہے دین کے فروغ کی کوششوں کے علاوہ ہر سال امام احمد رضا کانفرنس منعقد کرنا اس ادارے کی روایت رہی ہے جس کے ذریعے برصغیر پاک وہند بلکہ عالم اسلام کے بلند پایہ دینی رہنما، محقق، فقیہ، ریاضی داں اور بے مثال نعت گو شاعر کی تعلیمات اور خدمات سے اہلِ عالم کو روشناس کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو ایک گرانقدر خدمت ہے۔

اعلیٰ حضرت (1856-1921) نے کم وبیش ستر موضوعات پر بے شمار کتابیں تخلیق کیں علم ہیئت علم الافلاک، حدیث، فقہ، فتاویٰ، علم ہندسہ، فلسفہ، تفسیر غرض کوئی موضوع ایسا نہیں تھا جو ان کی دسترس سے باہر ہو انہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر چراغ غارِ حرا سے روشنی حاصل کی اور ایسی

شمعیں روشن کیں جو ذہنوں کو اجالوں سے فیضیاب کرتی چلی آرہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اتنے بڑے دینی دانشور پر جس نہج پر تحقیقی کام ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہوا اور اس کوتاہی کا ازالہ وقت کی اہم ضرورت ہے"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1998ء، ص32)

امام احمد رضا کانفرنس 1999ء:

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی جانب سے 19 ویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ہوٹل ریجنٹ پلازہ کراچی میں 17/ جولائی 1999ء کو منعقد ہوئی جس کی صدارت جامعہ کراچی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر حسین زیدی نے فرمائی جب کہ مہمانِ خصوصی کے طور پر میاں انوار الحق رامے وفاقی پارلیمانی سیکریٹری برائے وزارت اطلاعات تشریف لاتے تھے۔ اس موقع پر مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1999ء میں جن مقتدر شخصیات نے اپنے پیغامات بھیجے ان میں کئی پیغامات عرب دنیا سے بھی موصول ہوئے تھے ملاحظہ کیجئے ان سب کے نام:

(۱)۔ حضرت علامہ دکتور حسین مجیب المصری استاذ جامعۃ عین الشمس مصر۔

(۲)۔ دکتور حازم محمد محفوظ جامعۃ الازہر شریف قاہرہ، مصر۔

(۳)۔ حضرت علامہ مفتی محمد سبحان رضا خاں سجادہ نشین و متولی خانقاہ قادریہ، رضویہ، بریلی۔

(۴)۔ حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم صوبائی وزیر اوقاف حکومت پنجاب۔

(۵)۔ ڈاکٹر محمد حسین قاضی شیخ الجامعہ جامعہ ہمدرد کراچی۔

(۶)۔ پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر حسین زیدی شیخ الجامعہ جامعہ کراچی۔

(۷)۔ ڈاکٹر حسن محمود الشافعی، صدر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی 19 ویں سالانہ کانفرنس میں ڈاکٹر حسن محمود الشافعی اپنے انگریزی پیغام رقمطراز ہیں:

He is one of the important Islamic, intellectual and spiritual figures of the Indian Sub-Continent and has influenced the lives of millions of Muslims in this area. Where he has contributed hundreds of books on the Islamic Sciences, his contribution to the Hanafi School of Thought is of immense Value as well and brings out his eminence in the field of jurisprudence.

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1999ء، ص11)

جامعہ کراچی کے وائس چانسلر محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر ظفر حسین زیدی خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے پیغام میں رقمطراز ہیں:

"مسلمانوں کے تعلیمی نظام اور تشخص کو اس وقت زبردست دھچکا لگا جب آج سے سو سال قبل انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کرکے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے۔ اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا علیہ الرحمۃ جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا۔ آپ کی تصانیف اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کردیا۔ امام احمد رضا کی شخصیت جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لبریز تھی۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1999ء، ص12)

جامعہ ہمدرد کے شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر محمد حسین قاضی صاحب نے اپنے پیغام میں امام احمد رضا کی زندگی کے کسی ایک پہلو کے احاطہ کو بھی ناممکن قرار دیا اور نشاۃ ثانیہ کا بانی قرار دیا:

"امام احمد رضا محدث بریلوی ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے جس کی زندگی کے کسی ایک پہلو کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جہاں فقہ اور دیگر شرعی مسائل پر سیر حاصل بحثیں کیں اور اہم تصانیف تالیف کیں وہیں ان کی بصیرت افروز نگاہ نے اپنے زمانے میں جدیدیت اور سائنس کے نام پر اسلام میں در آنے والی

لغویات اور بدعتوں کو بھی بھانپا اور انھوں نے نہ صرف ایسے مضامین تحریر کیے جن کی اہمیت اور تازگی روز اوّل کی طرف تازہ ہے۔ بلکہ انہوں نے میدانِ عمل میں بھی باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

امام احمد رضا خاں کو اگر اسلام کی نشاتہ ثانیہ کا بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ نے ان تمام قوتوں کو منہ توڑ جواب دیا جو سائنس کے نام پر اسلامی عقائد میں ردوبدل کے خواہ تھیں، آپ نے ایک ایسے تعلیمی نظام کی تعبیر پرزور دیا جس کو بنیاد صحیح اسلامی فکر اور عقائد پر قائم ہو اور اس تناظر میں وہ جدید علوم کی تصویر کشی کرتا ہو"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1999ء، ص13)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا اسلام آباد برانچ نے بھی 1998ء میں اسلام آباد ہوٹل میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا اہتمام کیا تھا یہ کانفرنس اسلام آباد برانچ کے چیئرمین جناب کے ایم زاہد کی کاوش سے منعقد ہوئی تھی انہوں نے محترم جناب وسیم سجاد چیئرمین سینٹ کو صدارت کے لیے مدعو کیا تھا مگر وہ عین کانفرنس کے موقع پر سرکاری مصروفیات کے باعث حاضر نہ ہوسکے مگر اپنے خطبہ صدارت کو انہوں نے لکھ کر بھیجوادیا تھا جس کو ہم نے مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 1999ء میں پورا شائع کیا تھا اس میں سے ایک اقتباس یہاں پیش کیا جارہا ہے:

"امام احمد رضا خاں کے علوم وفنون کے حوالے سے لب کشائی کرنا میرا مدعا ہے نہ منصب، کیوں کہ اس کے لیے کثیر المطالعہ ہونا ضروری ہے اس پر تو اہلِ علم وفن اور محقق حضرات بہتر روشنی ڈال سکیں گے لیکن میں ان کی ہمہ جہت شخصیت کے روشن پہلوؤں سے چند پر ضرور گفتگو کرنے کی جرأت کروں گا۔ قبل اس کے کہ میں اپنی بات کو آگے بڑھاؤں امام اجل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی وسیع المطالعہ اور تبحر علمی کی ایک جھلک آپ کو دکھاؤں جس سے آپ کو اندازہ ہوسکے گا کہ امام احمد رضا کے علمی مقام ومنصب پر کچھ کہنا کتنا مشکل کام ہے۔

امام صاحب سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ کے مطالعہ میں حدیث شریف کی کتنی کتب رہتی ہیں۔ آپ نے بلا تکلف پچاس کتب کے نام گنادیئے اور پھر بڑی انکساری سے فرمایا کہ اس وقت فقیر کو اتنے ہی نام یاد آرہے ہیں۔ کسی محقق اور عالم کا اپنی لائبریری میں بیٹھ کر جہاں ہر موضوع پر اہم کتب اور حوالہ جاتی تصانیف موجود ہوں، کسی موضوع پر کچھ تحریر کرنا نسبتاً زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ حالت سفر میں یادیار غیر میں تمام ماخذ علمی سے دور ہو، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی عالم اس حالت میں بھی تمام مراجع وماخذ کے حوالہ جات کے ساتھ اپنا کوئی تحقیقی شاہکار پیش کرتا ہے تو یہ اس کی ذہانت اور وسعتِ علمی کا کمال ہوگا"۔

آگے چل کر ایک مزید واقعہ نقل کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت اپنی اواخر عمر میں جبکہ آپ سخت بیمار اور نحیف کمزور تھے اپنے شہر سے دور ایک پر فضا مقام میں مقیم ہوئے تاکہ سرد موسم کی وجہ سے وہ آسانی سے ماہ رمضان کے روزے رکھ سکیں۔ کسی صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے ایک اہم مسئلہ کی تحقیق کے لیے آپ کو خط تحریر کیا امام احمد رضا نے کئی صفحات پر مشتمل اس کا کافی وشافی جواب عطا فرمایا اور مزید لکھا کہ "فقیر حالت سفر میں ایک گاؤں میں مقیم ہے جہاں میرے پاس کوئی کتاب نہیں ہے اور میں سخت بیمار بھی ہوں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ بریلی میری واپسی کا انتظار فرماتے بہرحال مجھے اس موضوع کی تحقیق پر 33 کتب کے حوالہ جات یاد تھے جو میں نے اس تحقیق میں نقل کردیئے ہیں"۔

(مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس، 1999ء، ص21)

(جاری ہے۔۔۔۔)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، انٹرنیشنل کی تنظیم نو

ادارہ

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا 1980ء میں قائم کیا گیا جس کے سربراہ علامہ سید ریاست علی قادری نوری بریلوی تھے۔ اس ادارے کا دفتر سید صاحب کا مکان اور ان کا بریف کیس تھا۔ مجید اللہ قادری 1982ء میں سید صاحب کے ساتھ ان کے ہمسفر بنے اور یہ دونوں حضرات کئی سالوں تک ادارے کو چلاتے رہے اس دوران سالانہ کانفرنسوں کا انعقاد مسلسل جاری رہا اور ساتھ ہی ساتھ 1985ء تک سالانہ معارفِ رضا کا اجرا بھی جاری رہا اس کے علاوہ چند کتابیں بھی شائع کی گئیں۔

1986ء میں ادارے کی اوّل تنظیم سازی کی گئی جس میں باقاعدہ اصول و قواعد بنائے گئے اور اس کے تحت 11 رکنی ایک مجلس انتظامیہ منتخب کی گئی جس کی تفصیل مندرجہ ذیل رہی:

(1)۔ سید ریاست علی قادری (بانی و تاحیات صدر)
(2)۔ علامہ شاہ محمد خالد میاں فاخری (نائب صدر اوّل)
(3)۔ جناب ادیب رائے پوری (نائب صدر دوّم)
(4)۔ مجید اللہ قادری (جنرل سیکریٹری)
(5)۔ پروفیسر عبدالرحمان قادری (جوائنٹ سیکریٹری)
(6)۔ منظور حسین جیلانی (فنانس سیکریٹری)
(7)۔ مولانا علامہ حیدر رنگ (پبلسٹی سیکریٹری)
(8)۔ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری (ممبر)
(9)۔ حافظ محمد شکیل اوج (ممبر)
(10)۔ الحاج شفیع محمد قادری (ممبر)
(11)۔ سید لائق علی مصطفوی بریلوی (ممبر)

جب کہ سرپرستوں میں مندرجہ ذیل اہم شخصیات شامل رہیں:

(1)۔ مفتی تقدس علی خاں قادری حامدی بریلوی
(2)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی
(3)۔ حضرت شمس الحسن شمس بریلوی
(4)۔ شیخ حمید اللہ قادری حشمتی
(5)۔ الحاج سیٹھ حبیب احمد۔

اس اول مجلس انتظامیہ کے اکثر اراکین انتقال کر چکے ہیں سوائے صاحبزادہ وجاہت رسول قادری، مجید اللہ قادری اور منظور حسین جیلانی، اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور سب کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

1986ء تا 2018ء مختلف عہدوں پر مختلف افراد منتخب ہوتے رہے مگر 1992ء میں سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ کے اچانک انتقال کے بعد محترم المقام جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کو صدر ادارہ منتخب کرلیا گیا ماشاء اللہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے مسلسل 1992ء تا 2018ء ادارے کی صدارت سنبھالے رکھی اور مسلسل 26 سالوں تک گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری جو 1986ء میں جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے تھے مسلسل 32 سالوں سے اسی منصب پر رہتے ہوئے ادارے کی خدمت انجام دیتے رہے اور ادارے کی سالانہ کانفرنس معارفِ رضا کے سالنامے اور ماہنامے کے اجرا کو

جاری رکھا جب کہ منظور حسین جیلانی اپنی گھریلوں مصروفیات اور بیماریوں کے باعث 2005ء سے 2018ء تک فعال کردار ادا نہ کرسکے مگر ایک دفعہ پھر وہ ہمت کرکے ادارے کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوئے ہیں۔ ادارے کے کچھ سابقین بھی ادارے کی دوبارہ خدمات انجام دینے کے لیے نئے عزم کے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔

پچھلے کئی سالوں سے ادارے کے صدر جناب سید وجاہت رسول قادری صاحب نے اپنی طبیعت کی ناسازی کے باعث کئی دفعہ صدارت سے معذرت کی مگر ادارے کی انتظامیہ نے آپ سے ہمیشہ یہ ہی اپیل کی کہ آپ ادارے کی صدارت سنبھالے رکھیں مگر اس سال آپ نے پھر معذرت کی چنانچہ ایک طویل عرصے کے بعد اجلاس عام بلایا گیا جس میں کئی نئے افراد بھی بحیثیت لائف ٹائم ممبر شامل ہوئے اور ایک اجلاس عام 9 ستمبر کو منعقد ہوا جس میں ادارے کی پوری انتظامیہ کی تشکیل نو کی گئی۔ جو انتظامیہ منتخب کی گئی اس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے لیکن پہلے ادارے کے سرپرستوں کے نام ملاحظہ کریں:

سرپرستِ اعلیٰ: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری۔

سرپرست: حاجی عبد اللطیف قادری۔

سرپرست: حاجی ڈاکٹر محمد حنیف طیب۔

اب ملاحظہ کیجئے نئی مجلس انتظامیہ کے منتخب افراد کی تفصیل:

(1)۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، صدر
(2)۔ صاحبزادہ سید ریاست رسول قادری، نائب صدر اوّل
(3)۔ پروفیسر دلاور خاں نوری، نائب صدر دوّم
(4)۔ علامہ سید زاہد سراج القادری، جنرل سیکریٹری
(5)۔ ڈاکٹر محمد حسن امام، جوائنٹ سیکریٹری
(6)۔ جناب فاروق امتیاز، فنانس سیکریٹری
(7)۔ جناب حافظ محمد علی، سیکریٹری اطلاعات ومطبوعات
(8)۔ جناب منظور حسین جیلانی، مشیر خاص
(9)۔ مولانا ندیم اختر القادری، ممبر
(10)۔ مولانا مقصود حسین قادری اویسی، ممبر
(11)۔ جناب حامد حسین، ممبر
(12)۔ ڈاکٹر فیاض شاہین، ممبر

آخر میں ملاحظہ کریں مجلس عام کے ممبران کے نام جن میں اکثریت لائف ٹائم ممبر ہیں پہلے ملاحظہ کریں لائف ٹائم ممبران کے اسماء:

(1)۔ جناب طارق نثار
(2)۔ جناب محمد جنید قادری
(3)۔ جناب غلام علی
(4)۔ مفتی عبد الرحمان قادری
(5)۔ حاجی عبد الرزاق تابانی
(6)۔ جناب محمد نثار اشرفی
(7)۔ جناب محمد جاوید (برادر عبد اللطیف قادری)
(5)۔ محمد عبد الرؤف تیلی

اب ملاحظہ کریں خصوصی ممبران کے اسماء:

(1)۔ جناب منصور حسن قادری
(2)۔ جناب واجد کلیم خاں
(3)۔ جناب محمد اویس احمد
(4)۔ جناب حارث عادل

تمام قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں نیک نیتی کے ساتھ ادارے کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ooooo

منقبت شریف

کلام: صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری

منقبت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری قادری رضوی برکاتی مدظلہ العالی

صورتِ حامد رضا[1] میں سیرت احمد رضا
آئینہ در آئینہ ہیں حضرتِ اختر رضا

مفتیٔ اعظم کا تقویٰ، حجّتِ حامد رضا
مجمع البحرین دیکھی سیرتِ اختر رضا

مصطفیٰ ﷺ کے عشق سے سرشار بیشک وہ ہوا
مل گئی اک بار جس کو قربتِ اختر رضا

علم کا دریا رواں اور عشق بحر ناکنار
ہے وہ عالی بارگاہِ حضرتِ اختر رضا

عالمِ بینا ہوا وہ، عارفِ باللہ بنا
یک نَفَس پائی ہے جس نے صحبتِ اختر رضا

چار صدیوں سے سجی ہے مسندِ افتاء جہاں
زینتِ سجادہ واں ہیں حضرتِ اختر رضا

[2] قائلِ "کلّ بلادٍ تحت حکمی" کے طفیل
نُہ فلک تک ہے عروجِ شہرتِ اختر رضا

[3] منظرِ اسلام تابہ قاہرہ ازھر شریف
علم کا ایواں بنامِ نُدرتِ اختر رضا

زیبِ سرتاجِ شریعت، تن پہ تقویٰ کا لباس
جامعِ شرع وطریقت حضرتِ اختر رضا

آج تاباںؔ اوج پر بزمِ رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیضِ کمالِ نسبتِ اختر رضا[4]

[1] اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اپنے جدِّ کریم حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا علیہ الرحمۃ سے صورت میں بہت مشابہ ہیں۔

[2] قصیدہ غوثیہ شریف کے اس شعر سے اقتباس ہے:

بلاد اللہِ مُلکِی تحتَ حُکمی　　　وَ وَقتی قبلَ قَلبی قد صَفالِی

اور قائل سے مراد غوثِ اعظم کی ذات مبارک

[3] منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ میں جامعہ ازہر شریف سے فارغ التحصیل ہوئے۔

[4] اختر رضا خاں صاحب اس منصب افتاء پر دسویں مفتی جلوہ افروز ہیں ریحان رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ان سے قبل مفتی مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، حجت الاسلام مفتی حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کاظم علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم خاں رحمۃ اللہ علیہ۔

(صاحبزادہ سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری، فروغِ صبح تاباںؔ، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی 2016ء، ص 228)

MC-1071

Roznama 92 News
روزنامہ 92 نیوز کراچی
SATURDAY, JULY 21, 2018
قیمت 15 روپے
جلد 3 | ہفتہ 7 ذیقعد 1439ھ 21 جولائی 2018ء | شمارہ 162

حضرت مفتی اختر رضا خان الازہری بریلی میں انتقال فرما گئے

تاج الشریعہ 25 رفروری 1942ء کو محلّہ سوداگران بریلی میں پیدا ہوئے

1967ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس شروع کیا جو 12 سال چلتا رہا



بریلی (خصوصی رپورٹ) نبیرہ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان الازہری انتقال فرما گئے ہیں، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا اختر رضا خان الازہری صاحب بریلوی حلقے میں تاج الشریعہ کے نام سے موسوم اور مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم کے حلقے کے سربراہ شمار ہوتے تھے، ان کا انتقال بھارتی شہر بریلی میں ہوا۔ علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں الازہری قادری 25 رفروری 1942ء کو محلّہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا۔ مسلسل تین سال تک جامعہ ازہر مصر کے فن تفسیر وحدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم کیا، دوسرے سال کے سالانہ امتحان میں آپ نے شرکت کی اور پورے جامعہ ازہر قاہرہ میں امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ عربی میں بی۔ اے کی سند فراغت نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی نہ صرف جامعہ ازہر میں بلکہ پورے مصر میں اول نمبروں سے پاس ہوئے۔ مفتی محمد اختر رضا ازہری کو 1967ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس دینے کے لیے پیشکش کی گئی۔ آپ نے اس دعوت کو قبول کیا۔ تاج الشریعہ کے برادر اکبر مولانا ریحان رضا رحمانی بریلوی نے 1978ء میں صدر المدرسین کے اعلیٰ عہدہ پر تقرر کیا۔ اور اس عہدے کے ساتھ رضوی دارالافتا کے صدر مفتی بھی رہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ مسلسل بارہ سال تک چلتا رہا۔

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر 21 جولائی 2018ء بروز ہفتہ کو روزنامہ 92 نیوز کراچی میں شائع ہونے والی خبر کا عکس

Raza Research Institute
E.mail: imamahmadraza@gmail.com, Phone: 0092-21-32725150
www.imamahmadraza.net